اہل تصوف کی کارستانیاں

تالیف : عبدالرحمٰن عبدالخالق

ترجمہ : صفی الرحمٰن المبارکفوری

ناشر

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر

جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر ۔ ۱۹۰۰۱

اہل تصوف کی

کارستانیاں

تالیف

عبدالرحمن عبدالخالق

ترجمہ

صفی الرحمن المبارکفوری

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

جمعیۃ منزل بربرشاہ، سری نگر- ۱۹۰۰۱ (کشمیر)

مفت برائے تقسیم

پیش لفظ

آج جب کہ اسلام کو ہر طرف سے خطرات نے آگھیرا ہے، مادیّت وراُس مالیت کے یلغار نے روحِ اسلام کو مجروح کر دیا ہے۔ اس کے صاف وشفاف جسم کو داغ دار کر دیا ہے تو ضرورت ہے کہ اس کے زخمِ جگر کو دھویا جائے، اس کے پاک جسم سے بدنما دھبّوں کو چھڑایا جائے اور اس کی پاکیزہ تعلیمات کو عام کیا جائے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کا ایک باکردار ادارہ "سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ" جموں وکشمیر نے اصلاح عمل وعقیدہ، فکر اسلامی کی تطہیر اور ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے حتی المقدور جد وجہد کر رہا ہے۔ کئی اہم دینی کتابوں کو چھاپ کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کرتا ہے جس کے مطالعہ سے بیشمار لوگوں کو صحیح دین کی سمجھ مل رہی ہے۔

یہ خیراتی ادارہ ہر طرح سے مسلمانوں کی خدمت کرتے رہنا فرض سمجھتا ہے۔ عام مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس کام میں شریک ہوکر فلاحِ دارین حاصل کریں۔

چیرمین

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱ (کشمیر)

فہرست

دوم : صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله الذى بعث محمداً صلى الله عليه وسلم بالحق بين يدى الساعة مفرقا بين الهدى والضلال، وبين التوحيد والشرك، وبين الجاهلية والإسلام . والصلاة والسلام على النبى الهادى الذى أتم رسالة ربه غاية الإتمام، وترك أمته على المحجة الواضحة البينة التى لا يزيغ عنها الا من صرف الله قلبه عن الإيمان والإسلام

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت سے پہلے ہدایت وگمراہی، توحید وشرک اور جاہلیت واسلام کے درمیان تفریق کنندہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور درود وسلام ہو نبی ہادی صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے اپنے پروردگار کی رسالت کو نہایت درجہ مکمل کردیا، اور اپنی امت کو ایسی واضح اور روشن شاہراہ پر چھوڑا جس سے صرف وہی شخص بھٹک سکتا ہے جس کا دل اللہ نے ایمان واسلام سے پھیر دیا ہو۔ اما بعد

میں نے لمبے غور وفکر کے بعد محسوس کیا ہے کہ صوفیانہ افکار امت اسلام کے لیے تمام خطروں سے زیادہ بڑا خطرہ ہیں۔ انہیں افکار نے اس امت کی عزت کو ذلت اور رسوائی سے تبدیل کیا ہے۔ اور اب بھی یہ افکار یہی کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ افکار درحقیقت ایک ایسا کیڑا ہیں جو ہمارے لمبے اور پائدار درخت

کے گودے کو چھید تا اور ڈھاتا جا رہا ہے، یہاں تک کہ اسے رفتار زمانہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ امت کسی بھی خطرے سے پہلے جب تک اس کیڑے سے چھٹکارا حاصل نہیں کر لیتی ہے اپنی مشکلات سے نجات نہیں پا سکتی۔ میں نے اس سلسلے میں بعنوان "الفکر الصوفی" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے لیکن چونکہ یہ کتاب خاصی ضخیم ہے، اور مشاغل میں مصروف بعض قارئین کے لیے اس کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنا مشکل ہے اس لیے میں نے یہ مختصر سا رسالہ تالیف کر دیا تاکہ صوفیانہ افکار کے پردہ میں عالم اسلام کے لیے جو زبردست خطرات پوشیدہ ہیں ان کی تشریح کر دی جائے۔ ممکن ہے اس رسالہ سے امت اسلامیہ کے قائدین اور رہنماؤں کو اس پوشیدہ اور تباہ کن آفت پر تنبہ حاصل ہو اور وہ امت اسلامیہ کے جسم سے اس کے استیصال پر کمربستہ ہو جائیں۔ پھر ان خطرات کو بیان کر لینے کے بعد میں نے اہل تصوف کے ساتھ بحث و گفتگو کا ایک مختصر سا نمونہ بھی پیش کیا ہے تاکہ طالب علموں کو ان کے ساتھ بحث و گفتگو کی تربیت حاصل ہو جائے، اور وہ یہ سیکھ لیں کہ اہل تصوف پر کس طرح حجت قائم کی جا سکتی ہے یا انھیں کس طرح صراط مستقیم کی طرف لایا جا سکتا ہے۔

اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ اس رسالہ سے امت اسلام اور طالبین علوم شریعت کو نفع پہنچائے۔ اور میں ابتدا میں بھی اور خاتمہ پر بھی اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے بندے اور پیغمبر پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

کتبہ

عبد الرحمن عبد الخالق

کویت، شنبہ ۱۴ ذی القعدۃ ۱۴۰۴ھ

۱۱ اگست ۱۹۸۴ء

پہلا باب

صوفیانہ افکار کی خطرناکیاں

صوفیانہ افکار کے اہم ترین خطرات یہ ہیں :

۱۔ مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنا

اہل تصوف نے پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی مختلف ذرائع اور نہایت پیچیدہ طریقوں سے لوگوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض طریقے حسب ذیل ہیں :

(الف) یہ خیال کہ قرآن میں تدبّر کرنے سے اللہ کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے

ان حضرات نے اپنے خیال میں فنا فی اللہ کو صوفی کا آخری مقصد قرار دیا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں تدبر انسان کو اس مقصد سے پھیر دیتا ہے۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کا تدبر درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر ہے۔ کیونکہ قرآن یا تو اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اس کی مدح ہے۔ یا اللہ نے اپنے اولیاء اور اپنے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا بیان ہے۔ اور یہ سب اللہ کی مدح یا اس کی صفات کا علم، یا اس کے حکم اور شریعت میں تدبر ہے۔ اور اس تدبر سے اس کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ اور اپنی مخلوق کے ساتھ اس سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن چونکہ اہل تصوف میں سے ہر شخص خود الٰہ بننا چاہتا ہے۔ اور اپنے زعم میں صفات الٰہی کے ساتھ متصف ہوتا ہے اس لیے اسے گوارہ نہیں کہ لوگ قرآن میں تدبر کرکے اللہ کی صفات کی معرفت حاصل کریں۔ چنانچہ علامہ شعرانی اپنی کتاب الکبریت الاحمر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی بعض غیبی نداؤں میں کہتا ہے :

"اے میرے بندو! رات میرے لیے ہے۔ قرآن کے لیے نہیں کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ تمہارے لیے دن میں عبادت کا لمبا کام ہے، لہذا رات کل کی کل میرے لیے بناؤ۔ اور جب تم رات میں قرآن تلاوت کرو تو میں تم سے یہ نہیں طلب کرتا کہ تم اس کے معانی کے ساتھ ٹھہرو، کیونکہ اس کے معانی تم کو مشاھدہ سے پراگندہ کردیں گے۔ ایک آیت تم کو میری جنت، اور اس میں میرے اولیاء کے لیے تیار کی ہوئی نعمت کی طرف لے جائے گی۔ پھر جب تم میری جنت میں حور کے ساتھ نرم و نازک ریشمی گدوں اور توشکوں پر آرام کر رہے ہوگے تو میں کہاں ہوں گا۔ اور ایک دوسری آیت تم کو جہنم کی طرف لے جائیگی، اور تم اس کے طرح طرح کے عذاب کا معائنہ کروگے۔ تو جب تم اس میں مصروف ہو جاؤگے تو میں کہاں ہوں گا۔ کوئی اور آیت تم کو آدم یا نوح یا ھود یا صالح یا موسیٰ یا عیسیٰ علیھم الصلاۃ والسلام کے واقعہ کی طرف لے جائے گی۔ اور ایسے ہی اور بھی۔ حالانکہ میں نے تم کو تدبر کا حکم صرف اس لیے دیا ہے کہ تم اپنے دل کے ساتھ میرے اوپر مجتمع ہو جاؤ۔ باقی رہا احکام مستنبط کرنا تو اس کے لیے دوسرا وقت ہے۔ اور یہاں بڑا بلند بلکہ بلند تر مقام ہے"![1]

واضح رہے کہ شعرانی کی یہ بات زبردست دہریت ہے۔ آخر اللہ نے وہ بات کہاں کہی ہے جسے شعرانی نے گھڑ لیا ہے۔۔۔۔ اور بھلا اللہ تعالیٰ ایسی بات کہے گا کیسے جب کہ یہ اس کے بندے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے قرآن برحق کے خلاف ہے۔ قرآن میں اللہ کا ارشاد یہ ہے

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل

---

[1] الکبریت الاحمر، برحاشیہ الیواقیت والجواھر ص ۲۱

آیاتِهٖ۔ کی تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں۔

اور ارشاد ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔ وہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے، کیا دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔

اور فرمایا:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ۔ آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ آپ رات میں تہجد کے اندر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں جنت کا ذکر ہوتا تو اس آیت کے پاس رک کر اللہ عزوجل سے دعا فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں عذاب کی وعید اور دھمکی ہوتی تو اس آیت کے پاس رک کر اللہ سبحانہ سے دعا فرماتے اور جہنم سے پناہ مانگتے۔ یہ بات صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مگر اہل تصوف کہتے ہیں کہ رات میں قرآن کی تلاوت کرنا اور تہجد پڑھنا ایک ایسا مشغلہ ہے جس میں پھنس کر آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے۔ حالانکہ رات کا قیام وہ عظیم ترین فریضہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے مقرر فرمایا تھا تاکہ آپ اس کی بدولت قیامت کے روز عظیم ترین مقام پر فائز ہو سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا اور (اے پیغمبر!) رات میں آپ قرآن کے ساتھ تہجد پڑھیں جو آپ کے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر بھیجے۔

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقام محمود کو رات میں قرآن کے

کے ساتھ آپ کے تہجد پڑھنے کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ اور یہ پہلا حکم تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ‎ اے کمبل پوش! رات میں قیام کر (تہجد پڑھ) مگر تھوڑا،
نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ ‎ آدھا یا اس سے کچھ کم یا اس پر کچھ اضافہ کر، اور قرآن
عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا. ‎ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔

یہاں اہم بات یہ ہے کہ یہ جھوٹے (اہل تصوف) لوگوں کو اس بہانے قرآن مجید سے پھیرتے ہیں کہ یہ ایک مشغلہ ہے جس میں پھنس کر آدمی اللہ کی عبادت سے پھر جاتا ہے۔ پس غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر تلبیس اور فریب کاری کیا ہوگی۔

(ب) اہل تصوف کا یہ خیال کہ ان کے مبتدعانہ اوراد و وظائف قرآن مجید سے افضل ہیں۔

چنانچہ احمد تیجانی وغیرہ کہتے ہیں کہ نماز فاتح (جو ان کی اپنی ایجاد و اختراع ہے) روئے زمین پر پڑھے جانے والے تمام اذکار سے چھ ہزار گنا زیادہ افضل ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ قرآن مجید کو چھوڑ کر مبتدعانہ اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(ج) اہل تصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس کی تفسیر کرتا ہے اسے عذاب ہوگا۔ کیونکہ قرآن کے کچھ اسرار و رموز ہیں۔ اور ظاہر و باطن ہیں۔ اور انھیں بڑے بڑے شیوخ کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اور جو شخص اس کی تفسیر یا فہم کی ذرا بھی کوشش کرے گا اسے اللہ عزوجل سزا دے گا۔

---

(۵) اہل تصوف قرآن وحدیث کو شریعت اور علم ظاہر کہتے ہیں۔ جب کہ دوسرے علوم لدنیہ ان کے خیال میں قرآن سے زیادہ مکمل اور بلند تر ہیں۔ چنانچہ ابو یزید بسطامی کہتے ہیں: خضنا بحراً وقف الأنبياء بساحله ہم نے ایک ایسے سمندر میں غوطہ لگایا کہ جس کے ساحل ہی پر انبیاء کھڑے ہیں۔ اور ابن سبعین کہتا ہے: لقد حجر ابن آمنة واسعاً إذ قال لا نبي بعدي یعنی آمنہ کے بیٹے نے یہ کہہ کر کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔

ظاہر ہے اس بد دین کی یہ بات حد درجہ قابل نفرت اور باطل ہے۔ اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگائی ہے۔ پس اللہ کی لعنت ہو اس بات کے کہنے والے پر اور اس کی تصدیق کرنے والے پر اور اس کی پیروی کرنے والے پر۔

خلاصہ یہ کہ بد دین اہل تصوف کے پاس اسلام کے خلاف مکاری اور ہیرا پھیری کے بڑے بڑے طریقے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بڑا طریقہ یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا جھوٹ اور گھڑنت کے ذریعہ لوگوں کو قرآن مجید سے پھیرتے ہیں۔



۲۔ نصوص قرآن وحدیث کے لیے باطنی تاویل کا دروازہ کھولنا

صوفیانہ افکار کے عظیم ترین خطرات میں سے یہ بھی ہے کہ انھوں نے قرآن و سنت کے نصوص کے لیے باطنی تفسیر کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ مشکل ہی سے کوئی ایسی آیت یا حدیث ملے گی جس کی بد دین اہل تصوف نے خبیث باطنی تاویلات نہ کی ہوں۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ابو عبد الرحمن سلمی نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں ان (اهل تصوف) کا کلام جو زیادہ تر نا جائز هذیان هے تقریباً دو جلدوں میں جمع کیا هے۔ اور اسکا نام "حقائق التفسیر" رکھا هے۔ سورہ فاتحہ کے سلسلے میں اس نے ان سے نقل کیا هے کہ اس کا نام فاتحۃ الکتاب اس لیے رکھا گیا هے کہ یہ اول ترین چیز هے جس سے هم نے تمہارے ساتھ اپنے خطاب کا دروازہ کھولا هے۔ اگر تم نے اس کے ادب کو اختیار کیا تو ٹھیک هے، ورنہ اس کے مابعد کے لطائف سے تم کو محروم کر دیا جائے گا۔"

مصنف رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بری بات ہے۔ کیونکہ مفسرین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سورہ فاتحہ اول اول نازل نہیں ہوئی تھی۔

اسی طرح سورہ فاتحہ کے خاتمے پر جو آمین کہی جاتی ہے اس کی تفسیر کی ہے کہ: "ہم تیرا قصد کرتے ہیں۔"

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بھی بری تفسیر ہے۔ اس لیے کہ یہ أَمَّ سے نہیں ہے، جس کے معنی قصد کرنے کے آتے ہیں۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آمین کی میم کو تشدید ہوتی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول: وان یأتوکم اسٰاری کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ابو عثمان نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں میں غرق ہوں۔ اور واسطی نے کہا کہ جو اپنے افعال کو دیکھنے میں غرق ہوں۔ اور جنید نے کہا کہ جو اسباب دنیا کے اندر قید ہوں۔ اور "تم ان کا فدیہ دیتے ہو" کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ انھیں دنیا سے قطع تعلق کی طرف لے جاتے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بطور انکار کے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے طرز عمل پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب تم انھیں قید کرتے ہو تو فدیہ دیتے ہو اور جب

ان سے جنگ کرتے ہو تو قتل کرتے ہو (حالانکہ یہ بات تم پر حرام کی گئی ہے) مگر ان اہل تصوف نے اس کی تفسیر انکار کے بجائے مدح کے طور پر کی ہے۔

محمد بن علی نے یحب التوابین کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنی توبہ سے توبہ کرتے ہیں (یعنی توبہ توڑ دیتے ہیں۔)

اور نوری نے یقبض ویبسط (اللہ روزی تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے) کی تفسیر یوں کی ہے کہ وہ اپنے ذریعہ قبض کرتا ہے اور اپنے لیے پھیلاتا ہے۔ اور من دخله كان آمنا کی تفسیر یہ کی ہے کہ حرم میں داخل ہونے والا اپنے نفس کے خیالات اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ نہایت گندی تفسیر ہے کیونکہ آیت کا لفظ خبر کا لفظ ہے لیکن معنی امر کا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جو حرم میں داخل ہو جائے اسے امن دیدو۔ لیکن ان حضرات نے اس کی تفسیر خبر سے کی ہے۔ پھر جو تفسیر کی ہے وہ صحیح بھی نہیں۔ کیونکہ کتنے ہی لوگ ہیں جو حرم میں داخل ہوتے ہیں لیکن نفس کے خیالات اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ نہیں رہتے۔

ان تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه (یعنی اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے تو ہم معمولی گناہوں کو بخش دیں گے۔ الخ) اس کی تفسیر میں ابو تراب نے کہا کہ کبائر سے مراد فاسد دعوے ہیں۔

والجار ذى القربى (قرابت دار پڑوسی) کی تفسیر میں سہل نے کہا کہ اس سے مراد دل ہے اور الجار الجنب (پہلو کا ساتھی) نفس ہے۔ اور ابن السبيل (راستہ چلنے والا مسافر) اعضاء جوارح ہیں۔

وهمّ بها (یوسف نے اس کا قصد کیا) اس کی تفسیر میں ابوبکر وراق نے کہا کہ دونوں قصد امرأة العزیز کا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اس کا قصد نہیں کیا تھا میں کہتا ہوں یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔

ما ھذا بشرا (یہ بشر نہیں) کی تفسیر محمد بن علی نے یوں کی ہے کہ یہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کو مباشرت کے لیے بلایا جائے۔

زنجانی نے کہا کہ رعد (کڑک) فرشتوں کی بیہوشیاں ہیں اور برق (بجلی) ان کے دلوں کی آہیں ہیں۔ اور بارش ان کا آنسو ہے۔

وللہ المکر جمیعا کی تفسیر حسین نے یوں کی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جیسا مکر کرتا ہے اس سے زیادہ واضح مکر کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ نے ان کے ساتھ یہ دغا کی ہے کہ ان کے لیے اللہ کی جانب ہر حال میں راستہ ہے۔ یا حادث کے لیے قدیم کے ساتھ اتصال ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کے معنی پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ نرا کفر ہے۔ کیونکہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کا مکر گویا ٹھٹھا اور کھلواڑ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ حسین وہی ہے جو حلاج کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ اسی لائق ہے۔

لعمرک کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تو اپنے راز کو ہمارے مشاہدے کے ذریعہ تعمیر کرتا ہے۔

"میں کہتا ہوں کہ پوری کتاب اسی ڈھنگ کی ہے میں نے سوچا کہ یہاں اس کا کافی حصہ درج کردوں لیکن پھر خیال آیا کہ اس طرح ایک ایسی بات کے لکھنے میں وقت ضائع ہوگا جو یا تو کفر ہے یا خطا اور ہذیان ہے۔ یہ تفسیر اسی ڈھنگ کی ہے جیسی ہم باطنیہ سے نقل کر چکے ہیں۔ لہذا جو شخص اس کتاب کے مشتملات کو جاننا چاہتا ہو، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہی اس کا نمونہ ہے۔ اور جو شخص مزید چاہتا ہو، وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔"[1]

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۳۲۲ و ص ۳۲۳

اور یہ جو کچھ امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے یہ اس گروہ کے اوائل سے منقول صوفیانہ تاویلات کا محض نمونہ ہے۔ ورنہ اگر ہم اہل تصوف کے ہاتھوں قرآن وحدیث کی لکھی ہوئی خبیث باطنی تاویلات کا تتبع شروع کردیں تو دسیوں دفتر جمع ہو جائیں گے، جو سب کے سب اسی قسم کے ہذیان، افترا، اور اللہ پر بلا علم گھڑی ہوئی باتوں سے پر ہوں گے۔ اور اوپر سے یہ زعم بھی ہوگا کہ یہی قرآن کے حقیقی معانی ہیں۔

افسوس ہے کہ قرآن وحدیث کے اسی باطنی منہج پر اس گروہ کے پیروکار آج تک کاربند ہیں۔ بلکہ ان کے صوفیانہ خرافات کی تصدیق میں مبتلا ہونے والوں کے لیے یہ خصوصی نہج اور اسلوب بن چکا ہے۔ تم مصطفی محمود کی کتاب "القرآن محاولۃ لتفسیر عصری" دیکھو یا وہ کتابیں دیکھو جنہیں نام نہاد جمہوری سودانی پارٹی کے لیڈر محمود محمد طہ سودانی نے تالیف کیا ہے تو تمھیں ان عجیب وغریب نمونوں کا علم ہوگا جو صوفیانہ افکار کے زیر اثر وجود میں آکر مسلمانوں کے سامنے قرآن وحدیث کی باطنی تاویلات کے لباس میں ظاہر ہوئے ہیں۔

بعض نمونے پیش خدمت ہیں :

● المحاولۃ العصریۃ لتفسیر القرآن (قرآن کریم کی عصری تفسیر کی کوشش) جسے ڈاکٹر مصطفی محمود نے مصری رسالہ صباح الخیر کے صفحات پر قلمبند کیا۔ پھر اسے "القرآن محاولۃ لفہم عصری للقرآن" کے نام سے کتابی شکل میں جمع کیا۔ یہ تفسیرِ قرآن کی نئی صوفیانہ کاوش ہے۔ اور یہ ڈاکٹر موصوف کے فکری استاذ محمود محمد طہ کے الفاظ میں صوفیانہ افکار کے دائرہ میں ایک وسیع کاوش ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف اس کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

"مجھے اسلامی مفکر محمود طہ کے "الصلاۃ" نامی رسالہ کی ایک نفیس تعبیر بہت ہی پسند آئی۔ موصوف نے لکھا ہے :

اللہ نے آدم کو کیچڑ یا گارے سے دھیرے دھیرے وجود کی طرف

نکالا۔ ولقد خلقنا الإنسان من سلالة من طین ہم نے انسان کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا۔ یہ مٹی سے درجہ بدرجہ اور قدم بہ قدم انسان کے چھوٹنے اور وجود میں آنے کی بات ہے۔ یعنی امیبا سے اسفنج، اس سے نرم حیوانات اور ان سے چھلکے والے حیوانات، اور ان سے ہڈی والے حیوانات، اور ان سے مچھلیاں، مچھلیوں سے زمین پر گھسٹنے والے جانور، اور ان سے چڑیاں اور چڑیوں سے چھاتی والے جانور بنتے گئے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل و ھدایت اور رھنمائی سے آدمیت کا اعلیٰ مرتبہ وجود میں آیا۔ (المحاولہ ص ۵۴)

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کا یہ اسلامی مفکر درحقیقت سودان کا ایک زرعی انجینیر ہے جس نے تصوف کا مطالعہ کیا۔ اور اس دعوے تک پہنچا کہ اس سے تمام شرعی احکام ساقط ہو گئے ہیں۔ (اور وہ مکلف نہیں رہ گیا ہے) کیونکہ وہ یقین کے مرحلے تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی ایک کتاب تو وہی نماز سے متعلق ہے جس سے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کچھ اور کتابیں بھی ہیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی ایک کتاب "تفسیرِ قرآن کی عصری کاوش" کے رد میں بھی ہے۔

اور ڈاکٹر موصوف کو محمود محمد طہٰ کی کتاب الصلاۃ کی جو بات پسند آئی، اور جسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں، وہ درحقیقت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے معاملے میں ڈارون کے نظریے کو گھسیٹنے کی عجیب و غریب کوشش ہے۔ حالانکہ اب اس نظریہ پر کسی کو یقین نہیں رہ گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو ہر قسم کے اوٹ پٹانگ خیال کو لے کر اس سے اللہ عزوجل کے کلام کی تفسیر کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دعوی کرتے ہیں کہ انھیں یہ بات کشف اور مجاہدہ کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ محض کافروں اور ملحدوں کے افکار و خیالات کی نقل ہوتی ہے جس پر وہ قرآن کریم کی آیات کا لیبل لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ تفسیر و تعبیرِ قرآن کی عصری کاوش صوفیانہ افکار کے دائرے

اٹھی ہے تو اس کی دلیل قرآن کے متعلق ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کی حسب ذیل عبارتیں ہیں:

(الف) ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے "اسماء اللہ" کے عنوان سے پوری ایک فصل قلمبند کی ہے جس میں رب اور إلٰہ کے معانی کی صحیح اور سالم معرفت وہی قرار دی ہے جسے اہل تصوف نے دریافت کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اہل تصوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حد درجہ قریب ہونے کے سبب ہمارے ادراک سے دور ہے۔ اور حد درجہ ظاہر ہونے کے سبب ہم سے پوشیدہ ہے" ص ۹۹

اس کے بعد موصوف صوفیانہ فکر کی مدح سرائی میں یوں رواں دواں ہیں کہ:

"صوفیاء اللہ کا قرب محبت کی وجہ سے چاہتے ہیں۔ جہنم کے خوف یا جنت کی طلب کی وجہ سے نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کائنات سے اس کے بنانے والے کی طرف مسلسل ہجرت میں ہیں" ص ۱۰۰

پھر لکھتے ہیں کہ: "اہل تصوف کے مختلف اطوار و حالات ہوتے ہیں۔ اور وہ بڑی دلچسپ رائے کے حامل ہوتے ہیں جو اپنی خاص گہرائی اور معنی رکھتی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ معصیت کبھی کبھی طاعت سے افضل ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض معصیتیں اللہ کے خوف اور ذل و انکسار کی طرف لے جاتی ہیں۔ جبکہ بعض طاعتیں تکبر اور فریب نفس میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اور اس طرح فرمانبردار کے مقابل میں نافرمان اللہ تعالیٰ کے کہیں زیادہ قریب اور باادب ہو جاتا ہے" ص ۱۰۱

پھر لکھتے ہیں کہ: "صوفی اور جوگی اور راہب سب ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔ اور زندگی کے بارے میں سب کی ایک ہی منطق اور ایک ہی اسلوب ہے جس کا نام ہے زہد" ص ۱۰۱

پھر فرماتے ہیں: "جوگی اور راہب اور مسلمان صوفی سب ایک ہی اسلوب سے اللہ کا قرب اور اس کی بارگاہ تک رسائی چاہتے ہیں یعنی تسبیحات

کے ذریعہ ۔ چنانچہ اللہ کو یہ لوگ اس کے ناموں سے پکارتے ھیں۔" ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها" اور اللہ کے بہترین نام ھیں پس اس کو ان ھی ناموں سے پکارو"۔

" اور تسبیحات (جاپ) کے ذریعہ ایک خاص قسم کا جوگ کیا جاتا ھے جسے منتر جوگ کہتے ھیں۔ یہ ھندی (سنسکرت) زبان کے لفظ منترام سے بنا ھے۔ جس کے معنی تسبیح یا جاپ کے ھیں۔ اور سنسکرت کی ایک خاص تسبیح (جاپ) یہ ھے کہ جوگی خشوع کے ساتھ ھزاروں بار " ھری رام" کے الفاظ تلاوت کرتا ھے۔ یہ الفاظ ھمارے لفظ "رحمن و رحیم" کے بالمقابل ھیں۔ اور یہ سنسکرت زبان میں اللہ کا نام ھے۔ اور جوگی اپنی گردن میں ھزار دانے کی ایک لمبی تسبیح لٹکائے رھتا ھے"۔

اس کے بعد ڈاکٹر مصطفیٰ محمود تصوف کے طریقے اور اہل تصوف کے فہم اسلام کی تعریف کرتے ہوئے مزید آگے بڑھتے ہیں، اور لکھتے ہیں :

" تصوف درحقیقت بلند مدارک کے ذریعہ ادراک کا نام ہے۔ اور صوفی عارف ہوتا ہے"۔ ص ۱۰۳

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف قرآنی آیات کو صوفیوں کی باطنی تفسیر کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے ان کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

" داؤد علیہ السلام کے بعض واقعات میں ہے کہ انہوں نے کہا : " اے میرے پروردگار! میں تجھے کہاں پاؤں"؟ اس نے کہا : " اپنے آپ کو چھوڑ، اور آ.... اپنے آپ سے غائب ہو جا۔ مجھے پا جائے گا"۔

اسی سلسلے میں بعض اہل تصوف نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کی گفتگو کی تفسیر یوں کی ہے کہ : " فاخلع نعليك إنك بالواد المقدس

طوی (تم اپنے جوتے اتار دو، تم وادیٔ مقدس طوی میں ہو۔) میں نعلین (دونوں جوتوں) سے مراد نفس اور جسم ہے۔ یا نفس اور لذات جسم ہیں لہٰذا اللہ سے ملاقات ہو نہیں سکتی جب تک کہ انسان اپنے دونوں جوتے یعنی نفس اور جسم کو موت یا زہد کے ذریعہ اتار نہ دے" ص ۱۰۴

پھر ڈاکٹر صاحب مزید آگے بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں :

"صوفی سوال نہیں کرتا .... وہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ سے شفا نہیں مانگتا۔ بلکہ اُن سے کہتا ہے : میں اللہ کے ارادہ کے بالمقابل اپنے لیے کوئی ارادہ کیونکر بنا سکتا ہوں کہ اس سے ایسی بات کا سوال کروں جسے اس نے نہیں کیا" ص ۱۰۵

پھر اللہ تعالیٰ کے قول : وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون کی تفسیر یہ کی ہے کہ "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں"

پھر اس صوفیانہ فصل کے خاتمے پر لکھتے ہیں :

"یہی لوگ اہل اسرار ، اصحاب قرب وشہود اور برحق اولیاء صالحین ہیں" ص ۱۰۹

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس صوفیانہ منہج نے جو ڈاکٹر موصوف کا اپنا منتخب کردہ ہے ان پر کیا اثر ڈالا ہے اور اس فکر کا نتیجہ ڈاکٹر موصوف کے یہاں کیا ہے ؟

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے قرآن مجید کی تاویل وتفسیر کا بیڑہ اٹھایا تو لوگوں کے سامنے کیا چیز لے کر نمودار ہوئے ؟ اور رب العالمین سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب کا وہ کیا عصری فہم ہے جو انھوں نے پیش کیا ؟ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے فہم کی رسائی کے چند نمونے پیش خدمت ہیں :

(الف) ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے حسب ارشاد اس درخت کو پہچاننے کی کوشش کی ہے جس سے کھا کر آدم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کا اجتہاد خود ان کے حسب ارشاد یہ ہے :

"جنسی اختلاط ہی وہ ممنوعہ درخت تھا جس سے زندگی نے زندگی کو کھالیا اور وہ عدم کے گڑھے میں جا گری" ...." اور شیطان جانتا تھا کہ نسل کا درخت موت کے آغاز اور دائمی جنت سے نکالے جانے کا اعلان ہے۔ اس لیے اس کے ایک پیغام رسان نے آدم سے یہ جھوٹ کہا کہ بعینہٖ یہی درخت ہمیشگی کا درخت ہے۔ اور اسے ورغلایا کہ وہ اپنی بیوی سے جسمانی اختلاط کرے۔" ص ٦٢

پھر ڈاکٹر صاحب اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ حوا، اسی جنسی اختلاط کے دوران حاملہ ہو گئیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"پھر ہم دیکھتے ہیں کہ درخت چکھ لینے کے بعد قرآن مجید ان دونوں کو یوں خطاب کرتا ہے کہ وہ جمع ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے: "اھبطوا بعضکم لبعض عدو" (تم سب ترجاؤ۔ تم میں کا بعض بعض کا دشمن ہوگا۔) حالانکہ اس غلطی سے قبل انہی آیات میں خطاب مثنی (دو) کو ہوا کرتا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس درخت سے کھانا تکاثر کا سبب بنا۔" ص ٦٢

پھر اس ساری ہذیان کے بعد موصوف فرماتے ہیں:

"ان مسائل میں ہمارے لیے قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ درخت اب بھی ایک چیستاں ہے۔ اور پیدائش کا معاملہ اب بھی ایک غیبی معاملہ ہے جس کے بارے میں ہم اجتہاد سے زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ اللہ اپنی کتاب کو بہتر جانتا ہے۔ اور صرف وہی ہے جو اس کی تاویل سے آگاہ ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر آپ نے یقین کے ساتھ کوئی بات کیسے کہی، اور ابھی ابھی وہ تفسیر کیسے کر دی جو آپ کو شیریں لگ رہی تھی۔ اور اللہ پر اور اس کی کتاب پر جو کچھ چاہا بغیر علم وہدایت کے کیسے کہہ دیا۔ اور معانی قرآن کے سلسلے میں وہ سارے دعوے کیسے ہانک دئے جو آپ کی خواہش اور رائے کے موافق تھے۔

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ان سب کے باوجود ڈاکٹر مصطفی محمود خود ہی قرآن کی باطنی تفسیر کرنے والے بہائیوں پر زور و شور سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہیں:

"اور یہ بات حروف کے ظاہر اور کلمات و عبارات کے تقاضوں سے ہٹ کر قرآن کی باطنی تفسیر کرنے کی خطرناکی کو واضح کرتی ہے۔ اور بتلاتی ہے کہ اس قسم کی تفسیریں کس طرح دین کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر منتج ہو سکتی ہیں۔ یہ بعینہ وہی عمل ہے جسے خوارج، اثنا عشری، باطنی اور بابی فرقے قرآن مجید کو اپنے اغراض کے سانچے میں ڈھالنے اور ایک دوسرے کا توڑ کرنے کے لیے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔"

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں:

"اور یہ بات ہمیں تفسیر کے سلسلے میں ایک خاص موقف تک لے جاتی ہے جس کا التزام ضروری ہے۔ اور وہ ہے عبارت سے حرف بحرف جڑے رہنا، اور الفاظ کے ظاہر معنی سے چپکے رہنا۔ یعنی ہم کسی باطنی تفسیر کی طرف خود قرآنی الفاظ کے الہام و اشارہ کے بغیر منتقل نہ ہوں۔ اور ظاہراً و باطناً بہر صورت قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کریں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ہماری باطنی تفسیر، الفاظ کے ظاہری مفہوم سے نہ تو ٹکراتی ہو اور نہ اس کی نفی کرتی ہو۔" (المحاولہ ص ۱۲۲، ۱۲۳)

یہ عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے باطنی تفسیر کی خطرناکی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے ان سب کے باوجود خود اپنے لیے اس کا دروازہ کھول رکھا ہے، تاکہ اپنی آرزو کے مطابق جو کچھ کہنا چاہیں کہہ سکیں۔ چنانچہ موصوف نے جنت اور جہنم کو حقیقی اور محسوس شے کے بجائے معنوی عذاب اور نعمت قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مجھے شہد ناپسند

ہے۔ اور جب سے میں نے سنا ہے کہ جنت میں شہد کی نہریں ہوں گی، میری طبیعت کو انقباض ہوگیا ہے۔ اسی طرح موصوف نے باشندگان چین کو یاجوج ماجوج قرار دیا ہے۔ اور حدیث میں جس دجال کا ذکر ہے اس سے مراد موجودہ سائنس قرار دی ہے۔ کیونکہ یہ سائنس ایک آنکھ سے صرف دنیا کی طرف دیکھتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے تیراکی کے لباس کو اللہ کے خلق میں تفکر کا تقاضا اور ضرورت کا لباس قرار دیا ہے۔ یہ ان کی تاویلات کا مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

باقی رہا ان کا استاد محمد محمود طہ سودانی جس کی باتیں موصوف نے نقل کی ہیں تو یہ وہ شخص ہے جسے تاویلات نے اس مقام تک پہنچایا کہ اس نے اپنے اوپر سے شریعت ساقط کرلی۔ چنانچہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ کیونکہ وہ اللہ کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔ اور اسے قرآن میں اشتراکیت مل گئی ہے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے: "ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو" (لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیں کہ زائد مال) عفو کا مطلب اس شخص کے خیال میں یہ ہے کہ وہ مال جو حاجت ضروریہ سے فالتو ہو۔ اور اس کا مطلب اس شخص کے نزدیک یہ ہے کہ مال اکٹھا کرنا جائز نہیں۔ اور زائد کمائی ساری کی ساری خرچ کر دینی ضروری ہے۔

ان ساری خرافات اور لاف وگزاف کے باوجود اس قسم کے خیالات کو رواج حاصل ہوا۔ میں نے سودان کی نام نہاد جمہوری پارٹی کے بہت سارے افراد سے بحث وگفتگو کی ہے۔ اور قارئین کرام کو تعجب ہوگا کہ اس قسم کے باطنی افکار کو یونیورسٹیوں کے اساتذہ، وکلاء، مدرسین اور طلبہ نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ ان خیالات کی مدافعت عجیب جاں سوزی سے کرتے ہیں۔ پس اس سے بڑھ کر خطرے کی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟



۲۔ اسلامی عقیدہ کی بربادی

صوفیانہ افکار سب سے پہلے جس چیز کو تباہ و برباد کرتے اور بدلتے ہیں، وہ ہے صاف ستھرا اسلامی عقیدہ، عقیدۂ کتاب وسنت۔ کیونکہ صوفیانہ افکار، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہر قسم کے جدید و قدیم فلسفوں، خرافات اور لاف وگزاف کا پورا پورا معجون مرکب ھیں۔ دنیا کا کوئی بھی کفر، زندقہ اور الحاد ایسا نہیں جو صوفیانہ افکار میں داخل ھو کر صوفی عقیدے کا ایک جزو نہ بن گیا ھو۔ چنانچہ ایک طرف وحدۃ الوجود کا قول ھے کہ جو کچھ موجود ھے وہ اللہ ھی ھے۔ تو دوسری طرف مخلوق میں اللہ کی ذات یا صفات کے حلول کا قول ھے۔ کہیں معصوم ھونے کا دعوی ھے تو کہیں غیب سے تلقی اور حصول کی ترنگ ھے۔ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کا قبہ اور عرش پر مستوی قرار دیا جا رھا ھے، تو کہیں کہا جاتا ھے کہ اولیاء کرام دنیا کا نظام چلاتے اور کائنات پر حکومت کرتے ھیں۔ غرض کہا جا سکتا ھے کہ روئے زمین پر کوئی بھی شرکیہ عقیدہ ایسا نہیں پایا جاتا جسے صوفیانہ افکار کی طرف منتقل نہ کر لیا گیا ھو، اور اس کو آیات واحادیث کا لباس نہ پہنا دیا گیا ھو۔ بلکہ کوئی بھی صوفی جو یہ جانتا ھو کہ تصوف کیا ھے میں اسے چیلنج کرتا ھوں کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق یہ ثابت کر دے کہ ابلیس کافر اور جہنمی ھے۔ اور فرعون کافر اور جہنمی تھا۔ اور بنو اسرائیل کے جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی انھوں نے غلطی کی تھی۔ اور آج کل جو لوگ گائے کی پوجا کرتے ھیں وہ کافر ھیں۔ کوئی بھی صوفی جو جانتا ھو کہ تصوف کی حقیقت کیا ھے میں اسے چیلنج کرتا ھوں کہ وہ ان باتوں کو ثابت کر دے

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ باتیں ثابت کیوں نہیں کی جا سکتیں جبکہ یہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ اور ہر مومن ان کی گواہی دیتا ہے۔ اور جو اس میں شک کرے وہ خود ہی کافر ہے۔
جواب یہ ہے کہ اگر صوفی ان باتوں کو ثابت کر دے تو وہ عقیدۂ تصوف ہی کو مطعون کر دے گا۔ اور اپنے اکابر اور بزرگوں کو مشکوک ٹھہرا دے گا۔ بلکہ اپنے بڑے بڑے رہنماؤں اور اساطین کو کافر قرار دے دیگا۔ اور نتیجہ کے طور پر وہ خود تصوف کے دائرہ سے باہر ہو جائے گا۔ کیونکہ صوفیوں کے شیخ اکبر بدین ابن عربی کا دعوٰی ہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا۔ اور جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی انہوں نے اللہ ہی کو پوجا تھا۔ کیونکہ بچھڑا بھی ـــ اس کے خبیث عقیدے کی رو سے ـــ اللہ تعالیٰ ہی کا ایک روپ تھا۔ (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیرا) بلکہ اس شخص کے نزدیک بتوں کے پجاری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس شخص کے نزدیک یہ سارے جدا جدا روپ بھی اللہ ہی کے روپ ہیں۔ وہی سورج اور چاند ہے۔ وہی جن و انس ہے۔ وہی فرشتہ اور شیطان ہے۔ بلکہ وہی جنت اور جہنم ہے۔ وہی حیوان اور پیڑ پودا ہے اور وہی مٹی اور اینٹ پتھر ہے۔ لہذا زمین پر جو کچھ بھی پوجا جائے وہ اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ ابلیس بھی ابن عربی کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی کا ایک جزو ہے۔ (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیرا)
دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ملعون عقیدہ کو (جس سے بڑھ کر گندہ، بیہودہ، بدبودار اور بدکردارانہ عقیدہ روئے زمین نے کبھی نہ دیکھا ہوگا) صوفیاء حضرات سرّ الاسرار (رازوں کا راز) غایتوں کی غایت، ارادتوں کا منتہا، پہنچے ہوئے کاملین کا مقام اور عارفین کی امیدوں کی آخری منزل قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بددینوں، زندیقوں، برہمنوں، ہندوں اور یونان کے پرانے فلسفیوں کا عقیدہ ہے۔ اور اس کے بعد تصوف میں جو برائی بھی داخل ہوئی وہ یقیناً اسی ملعون عقیدے کی تاریکی میں چھپ کر داخل ہوئی۔ اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ آج روئے زمین پر تصوف کی حقیقت کو جاننے والا کوئی بھی صوفی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور

نہ اسے برا کہہ سکتا ہے۔ بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا علم صرف ارباب ذوق اور اہل معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات واضح عربی زبان میں صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔ ان حضرات نے اسے ضخیم ضخیم جلدوں میں لکھا ہے۔ اور نثر اور شعر اور قصوں اور امثال سے اس کی شرح کی ہے۔

البتہ بعض اہل تصوف اس سلسلے میں یہ معذرت کرتے ہیں کہ یہ بات وجد کے غلبے اور شطحیات کے طور پر کہی گئی ہے۔ مگر معلوم ہے کہ شطح درحقیقت مدہوشی۔ پاگل پن اور جنون کو کہتے ہیں۔ اور اہل تصوف کا دعویٰ ہے کہ ان کے یہ احوال کامل ترین احوال ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ جنون اور پاگل پن کمال کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر جو بات دسیوں جلدوں میں لکھی اور مدون کی گئی ہے، اور جسے تصوف کی غایۃ الغایات اور امیدوں کی آخری منزل قرار دے کر لوگوں کو اس کی دعوت دی جارہی ہے وہ بات شطحیات (پاگل پن کی بات) کیسے ہو سکتی ہے؟

کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باتیں گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں.... مگر یہ بھی درحقیقت صوفیوں کے جھوٹ اور فریب کاری کا ایک حصہ ہے۔ میں ہر صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی معین عبارت کو ذکر کر کے بتائے کہ یہ غلط طور پر ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یا کسی خاص اور معین عقیدے کو ذکر کر کے بتائے کہ فلاں لکھنے والے کی طرف اسے غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ اس سلسلے میں پوری پوری کتابیں لکھ ماری گئی ہیں۔ آراستہ و پیراستہ عقیدے تصنیف کر ڈالے گئے ہیں۔ اور موزون و خوش آہنگ قصیدے کہہ ڈالے گئے ہیں۔ میں کسی بھی صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بتائے کہ یہ قصیدہ غلط طور پر منسوب ہے۔ یا فلاں معین قول غلط طور پر منسوب ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہے گا تو پھر سارا کا سارا تصوف جھوٹا اور غلط انتساب کا مجموعہ بن جائے گا۔ اور یہی بات برحق بھی ہے۔ کیونکہ تصوف کے یہ بڑے بڑے جغادری یعنی حلاج، بسطامی، جیلی،

ابن سبعین، ابن عربی، نابلسی، تیجانی وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب درحقیقت اس امت میں غلط طور پر گھسائے گئے اور اس امت کی طرف غلط طور پر منسوب کئے گئے ہیں۔ انھوں نے اللہ اور رسول پر جھوٹ گھڑا ہے۔ اللہ کے دین میں باطل بات کہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا زعم ہے کہ وہ خود اللہ ہے جو کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ اور ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے اس کائنات کا ایک حصہ اس کو سونپا ہے۔ ان میں سے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ ولی کامل ہے جس کے پاس صبح وشام وحی آتی ہے۔ بلکہ وہ غیب سے واقف ہے اور لوح محفوظ کو پڑھتا ہے۔ اللہ نے اس کو خاتم الأولیاء بنایا ہے۔ اور اسے دنیا کا قبلہ اور ساری مخلوق کے لیے معجزہ اور مینار قرار دیا ہے۔ نبی کے بعد براہ راست اسی کا درجہ ومقام ہے۔ نبی ان کے نزدیک عرش رحمانی پر مستولی ومستوی ہے۔ یعنی عرش پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے سوا کچھ نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے نزدیک تمام ذات میں سب سے پہلا وجود ہیں۔ اور تمام تعینات میں سب سے پہلا تعین ہیں۔ وہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ وہی سارے انبیاء کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اور سارے اولیاء کو الہام کرتے ہیں۔ بلکہ انھوں نے خود اپنی طرف سے اپنے پاس وحی بھیجی۔ یعنی انھیں نے وحی کو آسمان پر جبریل کے حوالے کیا۔ اور زمین پر ان سے وصول کیا۔

مسلمانو! کبھی آپ لوگوں نے کوئی ایسا عقیدہ سنا ہے جو اس درجہ بے حیائی، خست، گراوٹ، کفر اور بے دینی لیے ہوئے ہو؟..... یہ ہے صوفیوں کا عقیدہ، اور یہ ہے ان کی میراث، اور یہ ہے ان کا دین........ محمد اللہم نے یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنة" کے دوسرے ایڈیشن میں بیان کردی ہیں۔ اور ہر بات کے ثبوت میں ان زندیقوں کی کتابوں سے لمبی لمبی عبارتیں نقل کردی ہیں۔ یہ زندیق آج بھی دنیا کے سامنے یوں ظاہر

ہوتے ہیں کہ گویا وہ اللہ کے ولی اور محبوب ہیں، دلوں کی کنجیوں کے مالک ہیں۔ اور ان کے پاس مسلمانوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لیے تربیت کا بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے۔ حالانکہ یہ ہے ان کا عقیدہ اور یہ ہے ان کا طریقہ، جو مسلمانوں کا دین بگاڑنے اور لوگوں کو رب العالمین کے پیغام سے ہٹانے اور بہکانے کا کام کرتا ہے۔



۴۔ فسق و فجور اور اباحیت کی دعوت

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد پہلے پہل تقویٰ پر تھی وہ غلطی پر ہیں۔ ان کے متعلق ابن جوزی رحمہ اللہ کی زبانی حسب ذیل حکایت سنیے۔ وہ ابو القاسم بن علی بن محسن تنوخی عن ابیہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

مجھے اہل علم کی ایک جماعت نے بتایا کہ شیراز میں ایک شخص تھا جو ابن خفیف بغدادی کے نام سے معروف تھا۔ اور وہاں صوفیوں کا شیخ (پیر) تھا۔ صوفیا اس کے پاس جمع ہوتے۔ اور وہ دل میں گزرنے والے خیالات اور وسوسوں کے متعلق باتیں کرتا۔ اس کے حلقہ میں ہزاروں آدمی جمع ہوتے۔ وہ بڑا خوشحال، چالاک اور ماہر تھا۔ اس نے کمزور لوگوں کو اس مذہب میں پھنسا رکھا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے شاگردوں میں سے ایک آدمی مر گیا، اور اپنی صوفی بیوی کو چھوڑ گیا۔ اس کے پاس بڑا

تعداد میں صوفی عورتیں جمع ہوئیں۔ اس ماتم میں ان کے سوا کوئی اور عورت شامل نہ تھی۔ جب لوگ اس آدمی کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو ابن خفیف اور اس کے خواص شاگرد جو خاصی بڑی تعداد میں تھے اسکے گھر آئے۔ اور عورت کو صوفیوں کی باتوں کے ذریعہ تسلی دینے لگے۔ یہانتک کہ اسنے کہا کہ مجھے تسلی ہوگئی۔ تب ابن خفیف نے اس عورت سے کہا: یہاں غیر بھی ہیں؟ اس نے کہا نہیں غیر نہیں ہیں۔ اسنے کہا: پھر نفس پر غم والم کی آفتوں کو لازم کرنے اور اسے رنج وغم کے عذاب میں مبتلا رکھنے سے کیا فائدہ؟ آخر ہم کس بنا پر امتزاج (آپس میں خلط ملط ہونے) کو چھوڑ دیں، کیونکہ اس سے انوار ایک دوسرے سے ملیں گے، روحیں صاف ہونگی، آمد ورفت ہوگی اور برکتیں نازل ہونگی۔ اسکے جواب میں ان عورتوں نے کہا: اگر آپ چاہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مردوں اور عورتوں کی جماعتیں ایک دوسرے سے رات بھر جڑی اور خلط ملط رہیں اور جب صبح ہوئی تو نکل بھاگیں۔

اس واقعہ کے راوی محسن کہتے ہیں: ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ کیا یہاں غیر ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ کیا یہاں کوئی ایسا بھی ہے جو ہمارے مذہب کے موافق نہیں۔ اور عورت کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا کوئی مخالف موجود نہیں۔ ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ ہم امتزاج کو کیوں چھوڑ دیں، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وطی میں اختلاط ہونا چاہیے۔ (یعنی ایک ایک مرد کئی کئی عورتوں سے، اور ایک ایک عورتیں کئی کئی مردوں سے وطی کریں اور کرائیں۔) اور یہ جو کہا کہ اس سے انوار ایک دوسرے سے ملیں گے تو ان کا عقیدہ ہے کہ ہر جسم میں ایک خدائی نور ہے (پس بدکاری کے نتیجہ میں مرد اور عورت کے اندر موجود خدائی نور ایک دوسرے سے مل جائے گا۔ العیاذ باللہ) اور یہ جو کہا کہ آمد ورفت ہوگی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جس کا شوہر مر گیا، یا سفر میں چلا گیا، اس کی جگہ دوسرا شخص آجائے گا۔

محسن کہتے ہیں کہ یہ میرے نزدیک ایک عظیم واقعہ ہے۔ اگر مجھے اس کی اطلاع

ایک ایسی جماعت نے نہ دی ہوتی جو جھوٹ سے دور ونفور ہے تو یہ میرے نزدیک اتنا عظیم واقعہ ہے، اور دارالاسلام میں ایسی بات کا پیش آنا اس قدر مستبعد ہے کہ میں اسے بیان ہی نہ کرتا۔

وہ کہتے ہیں کہ: **مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اور اس جیسی باتیں پھیل کر عضد الدولہ تک جا پہنچیں، اور اس نے ان کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے کوڑوں سے پٹائی کی، اور ان کے مجمع کو پراگندہ کیا، تب وہ اس سے باز آئے۔**[1] اھ

غرض تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ یہ گروہ اپنے ہر دور میں محض بددینوں، جھوٹے مدعیوں اور زندیقوں کا مجموعہ رہا ہے، جو بظاہر تو شریعت کے پاک وصاف ظاہر کی پابندی کرتا تھا۔ مگر نگاہوں سے پس پردہ کفر وفسق اور زندقہ چھپائے رکھتا تھا۔ اسی لیے ابن عقیل حتمی طور پر کہتے تھے — جیسا کہ ابن جوزی نے ان سے نقل کیا ہے — کہ یہ لوگ زندیق، ملحد اور دین کے جھوٹے دعویدار ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: **"ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لیے بچو۔ یہ نرے بددین لوگ ہیں جو ایک طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پہنتے ہیں اور دوسری طرف بدکردار بددینوں والے اعمال کرتے ہیں، یعنی کھاتے اور پیتے ہیں، ناچتے اور تھرکتے ہیں، عورتوں اور لونڈوں سے گانے سنتے ہیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے ہیں۔ زندیقوں کو بھی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ شریعت کے احکام چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ اہل تصوف کا ظہور ہوا تو وہ بدکاروں کی روش ساتھ لائے۔"**[2]

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۳۷۰، ۳۷۱

[2] " " ص ۳۷۴

یاد رہے کہ ابن عقیل رحمہ اللہ نے یہ بلیغ عبارت اپنے زمانہ کے صوفیوں کے احوال درج کرنے کے بعد لکھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

ابن عقیل صوفیوں کی سیاہ کاریاں بیان کرتے ہیں

"میں کئی وجہوں سے صوفیوں کی مذمت کرتا ہوں جن کے فعل کی مذمت کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ: " انہوں نے بیکاری کے اڈے یا اَحدی خانے قائم کر رکھے ھیں۔ اس سے مراد ان کی خانقاھیں ھیں جہاں وہ مساجد کی جماعتوں سے کٹ کر پڑے رھتے ھیں۔ یہ خانقاھیں نہ تو مسجد ھیں نہ مکانات نہ دکانیں۔ وہ ان خانقاھوں میں اعمال معاش سے کٹ کر محض بیکار پڑے رھتے ھیں۔ اور کھانے پینے اور ناچنے گانے کیلیے جانوروں کی طرح اپنے بدن کو موٹا کرتے ھیں۔ اپنی چمک دمک دکھانے اور نگاھوں کو خیرہ کرنے کیلیے گدڑی اور پیوند پر اعتماد کرتے ھیں۔ اور عوام اور عورتوں پر اثر انداز ھونیوالے مختلف رنگ کے شعبدے دکھلاتے ھیں۔ جیسے ریشم کے مختلف رنگوں سے سقلاطون کی چمک دکھلائی جاتی ھے۔ یہ مختلف صورتیں بنا کر اور لباس پہن کر عورتوں اور بے داڑھی مونچھ کے نوخیز لڑکوں کو اپنی طرف مائل کرتے ھیں۔ اور جس گھر میں داخل ھوتے ھیں اگر وھاں عورتیں ھوں تو یہ ان عورتوں کا دل ان کے شوھروں سے بگاڑ کر ھی نکلتے ھیں۔ پھر یہ لوگ ظالموں، فاجروں اور لٹیروں مثلاً نمبرداروں، فوجیوں اور ناجائز ٹیکس لینے والوں سے کھانے اور غلے اور روپے پیسے قبول کرتے ھیں۔ بے داڑھی مونچھ کے نوخیز لڑکوں کو سماع کی مجلسوں میں اپنے ساتھ لے جاتے ھیں اور شمع کی روشنی میں مجمعوں کے اندر انھیں کھینچتے ھیں۔ اجنبی عورتوں سے ملتے جلتے ھیں۔ اور اس کے لیے یہ

ولیں دیتے ھیں کہ انھیں خرقہ پہننا ھوتا ھے ۔ اور حلال بلکہ ضروری سمجھتے ھیں کہ مستی میں جس شخص کے کپڑے گر جائیں اس کے کپڑوں کو آپس میں بانٹ لیں ۔ یہ لوگ اس مستی کو وجد کہتے ھیں ،، اور دعوت کو وقت کہتے ھیں، اور لوگوں کے کپڑے بانٹنے کو حکم کہتے ھیں ۔ اور جس گھر میں ان کی دعوت کی گئی ھو وھاں سے اسی وقت نکلتے ھیں جب کہ ایک دوسری دعوت کو لازم کر لیں ۔ وہ کہتے ھیں کہ یہ دعوت واجب ھو گئی ۔ حالانکہ ان باتوں کا عقیدہ رکھنا کفر، اور انھیں کرنا فسق ھے ۔

انکا یہ بھی عقیدہ ھےکہ سارنگی بجاکر گانا گانا عبادت ھے ۔ ہم نے ان سے سنا ہے کہ حدی خوانی اور محمل کی آمد کے وقت دعا قبول ہوتی ہے ۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ بھی عبادت ہے ۔ حالانکہ یہ بھی کفر ہے ۔ کیونکہ جو شخص مکروہ اور حرام کام کو عبادت سمجھے وہ اپنے اس عقیدے کی وجہ سے کافر ہو گیا ۔ جبکہ باقی لوگوں کے لیے وہ کام صرف حرام یا مکروہ ہی رہا ۔

اور اہل تصوف اپنے آپ کو اپنے شیخ (پیر) کے حوالہ کرتے ہیں ۔ پس اگر ان کے شیخ کے درجہ و مقام کی بات آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا ۔ پھر اس شیخ کی رسی کے کھلنے اور شطحیات نامی کفر و ضلالت والے اقوال کے دھاگے میں منسلک ہونے اور فسق و فجور کے معلوم و معروف کاموں میں ملوث ہونے کا حال نہ پوچھو ۔ اگر وہ شیخ کسی خوبرو لونڈے کو بوسہ لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ رحمت ہے ۔ اگر کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہے، اور اس نے خرقہ پہن رکھا ہے ۔ اور اگر وہ کوئی کپڑا اس کے مالک کی رضامندی کے بغیر دوسروں پر تقسیم کرتا ہے تو کہا جاتا ہے خرقہ کا فیصلہ ہے ۔ ابن عقیل کہتے ہیں کہ : حالانکہ مسلمانوں کا کوئی شیخ ایسا نہیں جس کو اس کے حال پر چھوڑا جاسکے اور اس کے احوال تسلیم کئے جاسکیں

کیونکہ یہاں کوئی شیخ ایسا نہیں جو دائرۂ تکلیف میں داخل نہ ہو۔ پھر پاگلوں اور بچوں کے ہاتھ پر مارا جاتا ہے۔ اور یہی سلوک چوپایوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ خطاب کے بدلے مار پڑتی ہے۔ (پس صوفیوں کے مشائخ کو ان کے حال پر کیوں کر چھوڑا جا سکتا ہے۔) ہاں اگر کوئی شیخ ایسا ہوتا جسے اس کے حال پر چھوڑا جا سکتا تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ مگر ان کا بھی ارشاد ہے کہ : "اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو"۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ کس طرح آپ پر بھی صحابہ نے اعتراض کیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم نماز قصر کیوں کریں جب کہ ہم حالت امن میں ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں وصال سے (یعنی بغیر افطار پے در پے روزہ رکھنے سے) کیوں منع کرتے ہیں، جبکہ آپ خود وصال کرتے ہیں؟ اور ایک اور صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کرنے کا حکم دے رہے ہیں، اور خود ایسا نہیں کر رہے ہیں؟

پھر اور آگے بڑھو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے یعنی تخلیق آدم کے موقع پر اس سے فرشتے کہتے ہیں : "أتجعل فیها" الخ (اے اللہ کیا زمین میں ایسی مخلوق کو بنائے گا جو فساد مچائے گی۔ الخ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا : "أتهلكنا بما فعل السفهاء منا" (کیا تو ہمارے بیوقوفوں کی کرنی پر ہمیں ہلاک کرے گا۔)

واضح رہے کہ صوفیوں نے یہ بات (کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا) اپنے اگلوں کے دلوں کو خوش کرنے، اور تابعداروں اور مریدوں پر اس کے سلوک کا سکہ بٹھانے کے لیے ایجاد کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "فاستخف قومه فأطاعوه" (فرعون نے اپنی قوم کو حقیر جانا تو انہوں نے اس کی بات مان لی) اور غالباً یہ بات ان ہی لوگوں نے ایجاد کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب اپنے آپ کو پہچان

لے تو جو بھی کرے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ حالانکہ یہ غایت درجہ بد دینی اور گمراہی ہے۔ کیونکہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عارف جس حال تک پہنچتا جاتا ہے اس پر تکلیف کا دائرہ اسی قدر تنگ ہوتا جاتا ہے جیسے انبیاء کے حالات ہیں کہ انہیں صغائر کے سلسلہ میں بھی تنگی کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پس ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لیے بچو، خدا کے لیے بچو، یہ لوگ محض زندیق ہیں جنھوں نے ایک طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پہن رکھا ہے۔ اور دوسری طرف بے حیا اور بدکردار ملحدوں کا عمل اپنا رکھا ہے۔ یعنی کھاتے پیتے ہیں ناچتے تھرکتے ہیں۔ عورتوں اور لونڈوں سے گانے سنتے ہیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے ہیں۔ زندیقوں نے بھی شریعت کو چھوڑنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ اہل تصوف آئے تو بدکاروں کی روش بھی ساتھ لائے۔"[1]

صوفیاء اور گانجے کی حلّت

پھر ابن عقیل رحمہ اللہ ان کے زندقہ اور کفر کا حال بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح انھوں نے اپنے خیال میں شریعت اور حقیقت کے درمیان تفریق کی۔ اور نشہ آور حشیش (گانجا اور بھنگ وغیرہ) کو حلال ٹھہرایا۔ بلکہ یہی وہ گروہ ہے جس نے پہلے پہل اس (گانجے) کا انکشاف کیا۔ اور مسلمانوں کے درمیان اس کو رواج

---

[1] تلبیس ابلیس ص ۳۷۳، ۳۷۴

دیا۔ اسی طرح انہوں نے گانے اور مرد و عورت کے اختلاط کو حلال ٹھہرایا۔ اور یہ کہہ کر کفر وزندقہ کے اظہار کو بھی حلال ٹھہرایا کہ یہ احوال و شطحیات ہیں۔ اور ضروری ہے کہ ان پر نکیر نہ کی جائے۔ کیوں کہ یہ مجذوب لوگ ہیں۔ یا (ان کے خیال میں) بارگاہ پروردگار کے مشاہدہ میں مشغول لوگ ہیں۔

ابن عقیل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے تو انھوں نے نام گھڑے۔ اور حقیقت و شریعت کا بکھیڑا کھڑا کیا۔ حالانکہ یہ بری بات ہے۔ کیونکہ شریعت کو حق تعالی نے مخلوق کی ضروریات کے لیے وضع کیا ہے تو اب اس کے بعد حقیقت نفس کے اندر شیطان کے القاء کیے ہوئے وسوسوں کے سوا اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ جو شخص بھی شریعت سے الگ ہو کر کسی حقیقت کا متلاشی ہو وہ بیوقوف اور فریب خوردہ ہے۔

پھر ان صوفیاء کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مسکین لوگ ہیں۔ اپنی حدیث مُردے سے روایت کرتے ہیں۔ جو کسی اور مُردے سے روایت کرتا ہے۔ جبکہ ہم نے اپنا علم اس زندہ و پائندہ ہستی سے لیا ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ لہذا اگر کوئی شخص حدثنی أبی عن جدی کہتا ہے (یعنی میرے باپ نے میرے دادا سے حدیث روایت کی) تو میں حدثنی قلبی عن ربی کہتا ہوں۔ (یعنی میرے دل نے میرے پروردگار سے روایت کیا ——) غرض ان خرافات کے ذریعہ یہ خود بھی برباد ہوئے اور کم عقلوں کے دلوں کو بھی برباد کیا۔ اور عبرت کی بات یہ ہے کہ اسی کے لیے ان پر مال خرچ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ فقہاء تو مثل اطباء کے ہیں۔ اور دوا کی قیمت پر خرچ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں پر خرچ کرنا ایسا ہی سہل ہے جیسا ناچنے اور گانے والیوں پر خرچ کرنا۔

اور فقہاء سے ان کا بغض ایک بڑا زندقہ (بددینی) ہے۔

کیونکہ فقہا اپنے فتاوی کے ذریعہ ان کی گمراہی اور فسق سے رد کرتے ہیں۔ اور حق گراں گذرتا ہے جیسے زکاۃ گراں گذرتی ہے۔ لیکن گانے والی عورتوں پر مال نچھاور کرنا اور شعراء کو ان کے مدحیہ قصیدوں پر عطیہ دینا کس قدر آسان معلوم ہوتا ہے۔ یہی حال اہل الحدیث سے ان کے بغض کا ہے۔

پھر انہوں نے عقل کو زائل کرنے کے لیے شراب کے بدلے ایک دوسری چیز اختیار کی ہے جس کا نام حشیش اور معجون رکھا ہے۔ یعنی گانجا، افیون اور بھنگ، اور حرام گانے بجانے کا نام سماع اور وجد رکھا ہے۔ حالانکہ جو وجد عقل کو زائل کردے اس سے تعرض حرام ہے۔

اللہ شریعت کو اس طائفہ کے شر سے محفوظ رکھے جو لباس کی نفاست، زندگی کی بہار اور شیریں الفاظ کی فریب کاری کا جامع ہے، اور جس کے پیچھے احکام الٰہی کو ختم کرنے اور شریعت کو چھوڑنے کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لیے یہ دلوں پر ہلکے ہوگئے ہیں۔ اور ان کے باطل پر ہونے کی اس سے زیادہ واضح دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا پرست ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی محبت کھیل کود والوں سے اور ناچنے گانے والیوں سے کرتے ہیں۔

اس کے بعد ابن عقیل کہتے ہیں:

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ لوگ تو صاف ستھرے، اچھے طور طریقے والے اور با اخلاق لوگ ہیں، تو میں ان سے کہوں گا کہ اگر یہ لوگ کوئی ایسا طریقہ نہ اپنائیں جس سے اپنے جیسے لوگوں کا دل کھینچ سکیں تو ان کی عیش و عشرت ہمیشہ رہ ہی نہ سکے گی۔ اور ان کا جو حال تم ذکر کر رہے ہو وہ تو عیسائیوں کی رہبانیت ہے۔ اور اگر تم دعوتوں کے اندر طفیلی بننے والوں اور بغداد کے زنخوں کی صفائی ستھرائی دیکھو، اور ناچنے گانے والیوں کی نرم اخلاقی کا

مشاہدہ کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا طریقہ ظرافت اور فریب کاری کا طریقہ ہے۔ آخر لوگوں کو طور طریقے یا زبان بہا سے تو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ اگر ان لوگوں کے پاس علم کی گہرائی بھی نہ ہو اور کوئی طور طریقہ بھی نہ ہو تو آخر یہ کس طرح مالداروں کا دل کھینچیں گے۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ احکام الٰہی کی تعمیل مشکل کام ہے۔ اور بدکاروں کے لیے اس سے زیادہ کوئی بات آسان نہیں کہ معاشرے سے الگ تھلگ رہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی مشکل بات نہیں کہ شریعت کے اوامر و نواہی کی روشنی میں صادر ہونے والی رکاوٹ کی پابندی کریں۔ درحقیقت شریعت کے لیے متکلمین اور اہل تصوف سے بڑھ کر کوئی قوم نقصان دہ نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ (متکلمین) لوگوں کے عقائد کو عقلی شبہات کا دھم دلا کر فاسد کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ (اہل تصوف) لوگوں کے اعمال کو خراب کرتے، دین کے قوانین کو ڈھاتے، بیکاری کو پسند کرتے اور گانے وغیرہ سننے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ حالانکہ سلف ایسے نہیں تھے۔ بلکہ عقائد کے باب میں بندۂ تسلیم و رضا تھے۔ اور دوسرے ابواب میں حقیقت پسند و جفا کش تھے۔

وہ کہتے ہیں: اپنے بھائیوں کو میری نصیحت یہ ہے کہ ان کے دلوں کے افکار میں متکلمین کی بات نہیں پڑنی چاہیے، اور ان کا کان صوفیوں کی خرافات کی طرف نہیں لگنا چاہیے۔ بلکہ معاش کے کام میں مشغول ہونا صوفیوں کی بیکاری سے بہتر ہے۔ اور ظواہر پر ٹھہرے رہنا نام نہاد دین پسندوں کی دقت پسندی سے افضل ہے۔ میں نے دونوں گروہوں کے طریقے آزما لیے ہیں، ان لوگوں کا منتہائے کمال شک ہے، اور ان لوگوں کا منتہائے کمال شطح ہے۔[1]

[1] تلبیس ابلیس ص ۳۸۴، ۳۸۵

پھر یہ برا اور رسواکن حال جس کو ابن عقیل نے بیان کیا ہے اور ابن جوزی نے نقل کیا ہے یہ برابر قائم رہا۔ بلکہ اس کے بعد جو صدیاں آئیں وہ مزید جہل وتاریکی کی صدیاں تھیں کیونکہ ان صدیوں میں اہل تصوف نے اسلامی سرزمین میں خوب خوب بگاڑ اور خرابی مچائی۔ اور اسے دین اور اسلام کے نام پر فسق وفجور سے بھر دیا۔ اور صرف عقل اور عقیدے ہی کو بگاڑنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اخلاق وآداب کو بھی تباہ وبرباد کیا۔

چنانچہ یہ عبدالوهاب شعرانی ھے جس نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں صوفیوں کی ساری بدکاریوں، خرافات اور دھریت کو جمع کیا ھے۔ اور سارے پاگلوں، مجذوبوں، لونڈے بازوں اور ھم جنسی کے خوگروں، بلکہ سرِ راہ کھلم کھلا جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنے والوں کو اولیاء اللہ قرار دیا ھے۔ اور انھیں عارفین اور اھل کرامت کی لڑی میں پرویا ھے۔ اور ان کی طرف فضائل اور مقامات سلوک کی نسبت کی ھے۔ اور اسے ذرا شرم نہ آئی کہ وہ ان کی ابتداء ابوبکر صدیق پھر خلفاء راشدین رضی اللہ عنھم اجمعین سے کرتا ھے۔ پھر اسی لڑی میں ایسے شخص کو بھی پروتا ھے جو دن دھاڑے کھلم کھلا لوگوں کے روبرو گدھی کے ساتھ بدفعلی کرتا تھا۔ اور ایسے شخص کو بھی پروتا ھے جو زندگی بھر غسل نہیں کرتا تھا، یا زندگی بھر کپڑے سے ننگا رھتا تھا۔ اور ننگا ھی رھتے ھوئے جمعہ کا خطبہ دیتا تھا۔ اور .... اور .... ھر ایسا پاگل، جھوٹا، کذاب جس سے زیادہ خسیس طبیعت، ٹیڑھے مسلک، برے اخلاق اور گندے عمل کا آدمی انسانیت نے کبھی نہ دیکھا ھوگا، ان سب کو یہ شخص خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور اھل بیت نبوی اطہار جیسے اشرف واکرم انسانوں کے ساتھ ایک

ھی دھاگے میں پروتا ھے۔ اور اس طرح یہ شخص طہارت کو نجاست کے
ساتھ، شرک کو توحید کے ساتھ، ھدایت کو گمراھی کے ساتھ اور ایمان
کو زندقہ کے ساتھ مخلوط کرتا ھے۔ لوگوں پر ان کا دین ملتبس کرتا ھے۔ اور
ان کے عقیدے کی شکل وصورت مسخ کرتا ھے ——— آؤ! اور اس گنہگار
شخص نے اپنے نامزد کیے ہوئے اولیا وعارفین کے جو حالات لکھے ہیں اس میں سے تھوڑا سا
پڑھ لو۔ یہ شخص اپنے سید علی وحیش نامی ایک شخص کے حالات میں لکھتا ہے کہ:

"وہ (علی وحیش) جب کسی شہر کے شیخ وغیرہ کو دیکھتا تو ان
کو ان کی گدھی سے اتار دیتا۔ اور کہتا کہ اس کا سر پکڑے رہو،
تاکہ میں اس کے ساتھ بدفعلی کروں۔ اب اگر وہ شیخ انکار کر دیتے
تو زمین میں کیل کی طرح گڑ جاتے۔ اور ایک قدم بھی
نہ چل سکتے۔ اور اگر بات مان لیتے تو بڑی شرمندگی اٹھانی
پڑتی (کہ وہ سرِعام بدفعلی کرتا، اور یہ سر پکڑے رہتے)
اور لوگ یہ سارا منظر دیکھتے ہوئے) وہاں سے گذرتے رہتے"۔ [1]

دیکھو کہ کس طرح اسکا سید علی وحیش لوگوں کے روبرو ایسی حرکت کرتا تھا ـــ کیا اس کے بعد بھی
کوئی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ ناپاک تصوف مسلمانوں کے دین کا حصہ
ہے۔ اور یہ بھی وہی چیز ہے کہ جس کے ساتھ پروردگار عالم کے پیغمبر ہادی و امین محمد صلی اللہ
علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اور کیا علی وحیش اور اس قماش کے لوگوں کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی لائن میں رکھنے والا، اور ان سب کو ایک ہی راستے کا راہرو
قرار دینے والا زندیق و افاک کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے جس نے دین اسلام کو ڈھانے
اور مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہو۔

اور شعرانی نے اس مقصد کے لیے کہ عقلیں اپنی نیند سے بیدار نہ ہوں لوگوں کو

[1] الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۵

یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اولیا، اللہ کے لیے ان کی خاص شریعت ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اللہ کی عبادت کرتے اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ چاہے اس کا ایک حصہ گدھیوں کے ساتھ بدفعلی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے جب بھی کوئی شخص کوشش کرتا ہے کہ جاگے اور غور کر کے ہدایت وگمراہی اور پاکی وناپاکی کے فرق کو سمجھے تو یہ لوگ اس پر تلبیس وتزویر کا پھندہ ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی شعرانی کو لے لیجیے۔ اس نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس نے سید بدوی کے عرس میں ہونے والے فسق وفجور پر نکیر کی تھی۔ جہاں آج بھی شہر طنطا (مصر) کے اندر لاکھوں انسان جمع ہوتے ہیں۔ اور مردوں اور عورتوں کے درمیان بہت ہی برا اختلاط ہوتا ہے۔ بلکہ مسجدوں اور راستوں میں حرام کاریاں ہوتی ہیں۔ رنڈی خانے کھولے جاتے ہیں۔ اور صوفی مرد اور صوفی عورتیں بیچ مسجد میں ایک ساتھ مل کر ناچتے ہیں۔ اور ہر حرام کو حلال کیا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق شعرانی نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے اس فسق وفجور پر نکیر کی تو اللہ تعالی نے اس کا ایمان چھین لیا۔ اور کس طرح چھین لیا.....

شعرانی لکھتا ہے کہ: "پھر اس شخص کا ایک بال بھی ایسا باقی نہ بچا جس میں دین اسلام کی طرف جھکاؤ ہو۔ آخر اس نے سیدی احمد رضی اللہ عنہ سے فریاد کی۔ انہوں نے فرمایا شرط یہ ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات نہ کہنا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ تب انہوں نے اس کے ایمان کا لباس اسے واپس کیا۔ پھر اس سے پوچھا تم کو ہماری کیا چیز بری معلوم ہوتی ہے؟ اس نے کہا مردوں اور عورتوں کا میل جول۔ جواب میں سیدی احمد رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات تو طواف میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ اس کی حرمت (احترام) کے خلاف نہیں۔ پھر فرمایا میرے رب کی عزت کی قسم! میرے عرس میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ ضرور توبہ کرتا ہے اور اچھی توبہ کرتا ہے۔ اور جب میں جنگل کے جانوروں اور

سمندر کی مچھلیوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں، اور ان میں سے بعض کو بعض سے محفوظ رکھتا ہوں تو کیا اللہ تعالی میرے عرس میں آنے والے کی حفاظت سے مجھے عاجز اور بے بس رکھے گا"۔ [1]

اور شعرانی نے اپنی کتاب میں ان سب زندقے اور کفر اور جہالت اور گمراہی کو جو درست کر رکھا ہے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اس شخص نے خود اپنے متعلق یہ جھوٹ اڑایا ہے کہ سید بدوی جو اس سے کوئی چار سو برس پہلے انتقال کر چکا ہے اس سے سلام کرنے کے لیے قبر سے اپنا ہاتھ نکالتا تھا۔ اور یہ کہ اس مرے ہوئے سید بدوی نے اپنی مسجد کے زاویوں میں سے ایک زاویے کو شعرانی کے لیے شب عروسی کے کمرے کے طور پر تیار کیا تاکہ شعرانی اس کمرے میں اپنی بیوی کے ساتھ یکجا ہو۔ اور جب شعرانی سید بدوی کے عرس میں پہنچنے میں دیر کرتا تو سید بدوی اپنی قبر سے نکل کر قبر کے اوپر رکھا ہوا پردہ ہٹاتا تھا اور کہتا تھا کہ عبدالوہاب نے دیر کردی۔ آیا نہیں۔ آئیے خود شعرانی کی عبارت پڑھیے۔ وہ لکھتا ہے:

"احمد بدوی کے عرس میں ہر سال میرے حاضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میرے شیخ عارف باللہ محمد شناوی رضی اللہ عنہ جو ان کے گھر کے اعیان میں سے ایک ہیں انہوں نے قبہ کے اندر سیدی احمد رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کرکے مجھ سے عہد لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے مجھے ان کے حوالے کیا۔ چنانچہ ان کا ہاتھ شریف قبر سے نکلا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور شناوی نے کہا کہ حضور! آپ کی توجہ ان پر ہونی چاہیے۔ اور آپ انھیں اپنے زیر نظر رکھیں.....

---

[1] الطبقات الکبری ج ۱ ص ۱۶۲

"...... اور اس کے ساتھ ہی میں نے قبر سے سیدی احمد کا یہ فرمان سُنا کہ ہاں!"

پھر شعرانی مزید آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ:

"جب میں نے اپنی بیوی فاطمہ ام عبد الرحمن کو جو کنواری تھی رخصت کرایا تو پانچ مہینے تک رکا رہا اور اس کے قریب نہیں گیا۔ اس کے بعد سیدی احمد تشریف لائے، اور مجھے ساتھ لیا۔ اور بیوی ساتھ میں تھی۔ اور قبہ کا جو گوشہ داخل ہونے والے کے بائیں واقع ہے اس کے اوپر بستر بچھایا۔ اور میرے لیے حلوہ پکایا۔ اور زندوں اور مردوں کو اس کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہاں اس کی بکارت زائل کرو۔ چنانچہ اس رات وہ کام ہوا۔"

پھر لکھا ہے کہ: "میں ۹۴۸ھ میں عرس کے اندر اپنے وقت مقررہ پر حاضر نہ ہو سکا۔ اور وہاں بعض اولیاء موجود تھے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ اس روز قبر کا پردہ ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبد الوہاب نے دیر کر دی۔ آیا نہیں"۔[1]

غرض یہ ہیں وہ برے نمونے جن کے متعلق چاہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے انھیں کے نقش قدم پر چلیں۔ اور یہ ہے تصوف کا حقیقی چہرہ۔ اور یہ ہیں اس کے رموز اور رجال کی صورتیں۔ اور اگر ہم ان صورتوں کو گننا شروع کر دیں تو اس مختصر رسالہ میں میانہ روی سے باہر نکل جائیں گے۔ البتہ ہم نے بحمد اللہ، اللہ کی توفیق سے اس کو اپنی کتاب "الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنۃ" میں پورے بسط سے لکھ دیا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے اسی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

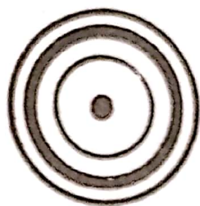
اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، اور اسی پر بھروسہ ہے۔ اور

---

[1] الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۱ و ۱۶۲

اسی سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کو اس خبیث سرطان سے پاک کر دے جس نے مسلمانوں کے عقیدے، عمل اور سماج کو فاسد کر رکھا ہے۔

اور اخیر میں اللہ عزیز و حمید کے راستے کے داعی نبی کامل و طاہر پر درود و سلام ہو۔



دوسرا باب

اہل تصوف سے کس طرح بحث کی جائے؟

پچھلے باب میں ہم صوفیانہ افکار کی خطرناکیوں کا ذکر کر چکے ہیں۔ اب جو شخص بھی ان باتوں سے واقف ہو جائے اس پر ضروری ہے کہ اسلامی سماج سے اس خبیث درخت کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش کرے۔ لیکن یہ کام ہو نہیں سکتا جب تک کہ اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف دعوتِ برحق نہ دی جائے۔ اور ہدایت و پاکیزگی کے پردے میں ہر قسم کے کفر وزندقہ کو چھپانے والے اس قابل نفرت تصوف کو سرعام رسوا نہ کیا جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جس شخص کو حق معلوم ہو جائے وہ اسے پھیلانے اور عام کرنے کی کوشش کرے۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو اس شر کا علم ہو جائے وہ اس کے درخت کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرے۔

● اور چونکہ بیشتر طالب علم تصوف کی حقیقت نہیں جانتے، اور اس کی کفریات، اکاذیب، اباطیل اور رلاف وگزاف سے واقفیت نہیں رکھتے اس لیے صوفیوں سے بحث کرتے ہوئے بہترین جواب نہیں دے پاتے۔ اور نہ انھیں حق پر قانع کر پاتے ہیں۔ کیونکہ صوفی جب ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جو کتاب وسنت اور دلیل کی عظمت کا قائل ہو تو جھٹ کہتا ہے کہ جنید نے — جو کہ شیخ الطائفہ تھے — فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ کتاب وسنت کا پابند ہے۔ اور جو کتاب وسنت کو نہ سمجھے وہ اس گروہ کے طریقے کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اور فلاں نے یہ کہا ہے۔ اور فلاں نے وہ کہا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے دل میں اس گروہ کا کوئی نکتہ جاگزیں ہوتا ہے تو میں اسے اس وقت تک بیان نہیں کرتا جب تک کہ میں اس کے لیے کتاب وسنت سے دو شاہد نہ پا جاؤں۔

اور یہ باتیں سن کر صوفیوں کی راہیں نہ جاننے والا طالب علم سمجھتا ہے کہ یہ لوگ دین کے ماہر ہیں۔ اور ورع و اخلاص کے ایسے مقام پر فائز ہیں کہ کوئی بات اس وقت تک نہیں بولتے جب تک کہ وہ کتاب وسنت کے موافق نہ ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اقوال و افعال میں کتاب وسنت کے پیروکار ہیں۔ اس لیے وہ بیچارہ نادم اور عموماً لاجواب ہو جاتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی یہ پوچھ بیٹھتا ہے کہ پھر یہ لوگ اپنے عرسوں اور اپنی محفلوں میں ناچتے کیوں ہیں؟ اور یہ مجذوب کیا ہیں جو اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتے ہیں، اور چیختے چلاتے ہیں۔ مگر اس کے جواب میں وہ کٹھ حجت صوفی کہتا ہے کہ... نہیں .... یہ تو غفلت کے مارے ہوئے عوام ہیں۔ حقیقی صوفی نہیں ہیں۔ صوفیت تو کچھ اور ہی ہے۔ حالانکہ یہ بات فطری طور پر جھوٹ ہوتی ہے۔ لیکن اس قسم کا جواب طالب علم پر چل جاتا ہے، اور وہ چپ ہو رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تصوف اس امت کے جسم میں اپنا کام کرتا رہتا ہے، اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

● اور چونکہ بہت سے طالب علموں کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ تصوف کی کتابیں دیکھ سکیں۔ اور ان میں جو کچھ ہے اس کی حقیقت معلوم کرسکیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب بعض کتابیں دیکھتے ہیں تو حق پوشیدہ رہ جاتا ہے اور باطل سے ممیز نہیں ہو پاتا۔ کیونکہ اس میں ایسی تلبیس اور ملاوٹ ہوتی ہے کہ پڑھنے والا ایک مریض قول کے پہلو بہ پہلو ایک صحیح قول دیکھتا ہے۔ اور چھپے ہوئے لفظوں میں کفر والے ایک قول سے گذرتا ہے تو ایک چوتھا قول ایسا دیکھتا ہے جس سے حکمت پھوٹتی محسوس ہوتی ہے اس لیے وہ گڑبڑا جاتا ہے، اور حقیقت نہیں دیکھ پاتا۔ اور یہ نہیں سمجھ پاتا کہ وہ کون سے راستے سے گذر رہا ہے۔

● اس لیے ہم تصوف کے بنیادی اور کُلّی قضیوں کو بتلانے اور اساطین تصوف کے ساتھ مباحثہ کا ڈھنگ سکھانے کے لیے یہ مختصر سا خلاصہ لکھے دے رہے ہیں۔ اس

کی روشنی میں بحث کرنے والا اگر ایک مبتدی طالب علم بھی ہوا تو وہ بھی ان کو مغلوب اور خاموش کر لے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں صراط مستقیم کی ہدایت بھی دیدے۔

قواعد یہ ہیں :

تصوف گندگیوں کا سمندر ہے

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ تصوف گندگیوں کا ایک سمندر ہے۔ کیونکہ اہل تصوف نے ہندوستان، ایران اور یونان کے فلسفوں میں پائے جانے والے ہر طرح کے کفر و زندقہ کو، اور قرامطہ اور باطنی فرقوں کے تمام مکر و فن کو، خرافیوں کی ساری خرافات کو، دجالوں کے سارے دجل کو اور شیطانوں کی ساری "وحی" کو اکٹھا کر لیا ہے۔ اور ان سب کو تصوف کے دائرے، اور اس کے علوم و اصول اور کشف کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ مخلوق کی طرف خدائی کی نسبت سے لے کر ہر موجود کو عین خدا قرار دینے تک تمہاری عقل روئے زمین پر جس جس کفریہ عقیدہ کا تصور کر سکتی ہے وہ تمھیں تصوف میں ضرور مل جائے گا۔ (تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا)

اسلامی بھائیو! اس مقصد کے لیے کہ آپ کے ذہن میں تصوف کا واضح نقشہ آجائے، ہم آپ کے سامنے صوفیوں کے عقائد کا، اور دین تصوف اور دین اسلام کے بنیادی فرق کا ایک بہت ہی مختصر سا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

اول : اسلام اور تصوف کے درمیان بنیادی فرق

اسلام کا منہج اور راستہ تصوف کے راستے اور منہج سے ایک انتہائی بنیادی چیز میں علیحدہ ہے۔ اور وہ ہے "تلقی"۔ یعنی عقائد اور احکام کے سلسلے میں دینی معرفت کے ماخذ۔ اسلام عقائد کے ماخذ کو صرف نبیوں اور پیغمبروں کی وحی میں محصور قرار دیتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے ہمارے پاس صرف کتاب وسنت ہے۔

اس کے برخلاف دین تصوف میں عقائد کا ماخذ وہ خیالی وحی ہے جو اولیاء کے پاس آتی ہے۔ یا وہ مزعومہ کشف ہے جو انھیں حاصل ہوتا ہے۔ یا خواب ہیں یا پچھلے وقتوں کے مرے ہوئے لوگوں اور خضر علیہ السلام سے ملاقات وغیرہ ہے۔ بلکہ لوح محفوظ میں دیکھنا اور جنوں سے ـــــ جنھیں یہ لوگ روحانی کہتے ہیں ـــ کچھ حاصل کرنا بھی اس فہرست میں شامل ہے۔

اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک شرعی احکام کا ماخذ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس ہے، لیکن صوفیوں کی شریعت خوابوں، خضر اور جنوں اور مردوں اور پیروں وغیرہ پر قائم ہے۔ یہ سارے ہی لوگ شارع ہیں۔ اسی لیے تصوف کے طریقے اور شریعتیں مختلف اور متعدد ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی سانس کی تعداد کے مطابق راستے ہیں اور سب کے سب اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس لیے ہر شیخ کا اپنا ایک طریقہ اور تربیت کا اپنا ایک اصول ہے۔ اس کا اپنا مخصوص ذکر واذکار ہے، مخصوص شعائر ہیں اور مخصوص عبادتیں ہیں۔ اسی لیے تصوف کے ہزاروں بلکہ لاکھوں، بلکہ بے شمار دین اور عقیدے اور شریعتیں ہیں۔ اور سب کو تصوف کا نام شامل ہے۔

یہ ہے اسلام اور تصوف کا بنیادی فرق۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے عقائد متعین ہیں۔ عبادات متعین ہیں۔ اور احکام متعین ہیں۔ اس کے برخلاف تصوف ایک ایسا دین

ہے جس میں نہ عقائد کی تعیین ہے نہ شرائع اور احکام کی۔ یہ اسلام اور تصوف کے درمیان عظیم ترین فرق ہے۔

دوم: صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط

① اللہ کے بارے میں

اللہ کے بارے میں اہل تصوف کے مختلف عقیدے ہیں۔ ایک عقیدہ حلول کا ہے۔ یعنی اللہ اپنی کسی مخلوق میں اتر آتا ہے۔ یہ حلاج کا عقیدہ تھا۔ ایک عقیدہ وحدۃ الوجود کا ہے۔ یعنی خالق مخلوق سے جدا نہیں۔ یہ عقیدہ تیسری صدی سے لے کر موجودہ زمانہ تک رائج رہا ہے۔ اور اخیر میں اسی پر تمام اہل تصوف کا اتفاق ہوگیا ہے۔ اس عقیدے کے چوٹی کے حضرات میں ابن عربی، ابن سبعین، تلمسانی، عبدالکریم جیلی، عبدالغنی نابلسی ہیں۔ اور جدید طرق تصوف کے عام افراد بھی اسی پر کاربند ہیں۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مرتبہ ومقام کو نہیں پہنچ سکے تھے۔ اور آپ اہل تصوف کے علوم سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بسطامی نے کہا ہے کہ "خضنا بحرا وقف الانبیاء بساحلہ" (ہم ایک ایسے سمندر کی تہ میں پہنچ گئے جس کے ساحل پر انبیاء کھڑے ہیں۔) اس کے برخلاف بعض دوسرے صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کا قبہ ہیں، اور آپ ہی وہ اللہ ہیں جو عرش پر مستوی

ہے۔ اور آسمان وزمین اور عرش وکرسی اور ساری کائنات آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ آپ پہلا موجود ہیں۔ اور آپ ہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ یہ ابن عربی اور اس کے بعد آنے والے صوفیوں کا عقیدہ ہے۔

۳ اولیاء کے بارے میں

اولیاء کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض صوفیاء ولی کو نبی سے افضل کہتے ہیں۔ اور عام صوفیاء ولی کو تمام صفات میں اللہ کے برابر مانتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خیال میں ولی ہی پیدا کرتا ہے، روزی دیتا ہے، زندہ کرتا، اور مارتا ہے۔ اور کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ولایت کے بٹوارے بھی ہیں چنانچہ ایک غوث ہوتا ہے جو کائنات کی ہر چیز پر حکم چلاتا ہے۔ چار قطب ہوتے ہیں جو غوث کے حکم کے مطابق کائنات کا چاروں کونا تھامے ہوئے ہیں۔ سات ابدال ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک غوث کے حسب الحکم سات بڑا اعظموں میں سے کسی ایک بڑا اعظم پر حکومت کرتا ہے۔ کچھ نجباء ہوتے ہیں جو صرف شہر پر حکومت کرتے ہیں۔ ہر نجیب ایک شہر کا حاکم ہوتا ہے۔ اس طرح اولیاء کا یہ بین الاقوامی نظام مخلوق پر حکومت کرتا ہے۔ پھر ان کا ایک ایوان ہے جس میں وہ ہر رات غار حراء کے اندر جمع ہوتے ہیں۔ اور تقدیر پر نظر ڈالتے ہیں۔۔۔۔ مختصر یہ کہ اولیاء کی دنیا مکمل خرافات کی دنیا ہے۔

اور یہ طبعی طور پر اسلامی ولایت کے خلاف ہے جس کی بنیاد دینداری، تقوی، عمل صالح، اللہ کی پوری پوری بندگی اور اسی کا فقیر ومحتاج بننے پر ہے۔ یہاں ولی خود اپنے کسی معاملے کا مالک نہیں ہوتا، چہ جائیکہ وہ دوسروں کے معاملات کا مالک ہو۔ چنانچہ اللہ تعالی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: "قل إني لا أملك لكم ضرا ولا رشدا" (تم کہدو کہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا مالک ہوں،

۴ جنت اور جہنم کے بارے میں

جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو تمام صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ جنت کو طلب کرنا بہت بڑا نقص اور عیب ہے ۔ ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ جنت کے لیے کوشاں ہو اور اسے طلب کرے ۔ جو جنت کو طلب کرتا ہے وہ ناقص ہے ۔ ان کے یہاں طلب اور رغبت صرف اس کی ہے کہ وہ اللہ میں فنا ہو جائیں ، غیب سے واقف ہو جائیں اور کائنات میں تصرف کریں ...... یہی صوفیوں کی خیالی جنت ہے ۔

اور جہاں تک جہنم کا تعلق ہے تو صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ اس سے بھاگنا صوفیٔ کامل کے شایان شان نہیں ۔ کیونکہ اس سے ڈرنا آزادوں کی نہیں غلاموں کی طبیعت ہے ۔ اور بعض صوفیوں نے تو فخر و غرور میں آکر یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر وہ جہنم پر تھوک دے تو جہنم بجھ جائے گی ۔ جیسا کہ ابو یزید بسطامی نے کہا ہے ۔ پھر جو صوفیاء وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوں گے ان کے لیے جہنم ایسی شیریں اور ایسی نعمت بھری ہو گی کہ جنت کی نعمت سے کسی طرح کم نہ ہو گی ، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہو گی ... یہی ابن عربی کا مذہب اور عقیدہ ہے ۔

۵ ابلیس اور فرعون

جہاں تک ابلیس کا معاملہ ہے تو عام صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ کامل ترین بندہ تھا ۔ اور توحید میں ساری مخلوق سے افضل تھا ۔ کیونکہ اس نے ۔۔۔ ان کے بقول ۔۔۔ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کیا ۔ اس لیے اللہ نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے ۔ اور اسے جنت میں داخل کر دیا ۔ اسی طرح فرعون بھی ان کے نزدیک افضل ترین

موحد تھا۔ کیونکہ اس نے کہا تھا: "أنا ربكم الأعلىٰ" (میں تمہارا سب سے اعلیٰ پروردگار ہوں۔) اس نے حقیقت پہچان لی تھی۔ کیونکہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ ہی ہے۔ پھر وہ ــــ ان کے خیال میں ــــ ایمان لے آیا۔ اور جنت میں داخل ہوا۔

صوفی شریعت

⑥ عبادات

صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سب عوام کی عبادتیں ہیں۔
صوفی حضرات اپنے آپ کو خواص یا خاص الخاص کہتے ہیں۔ اسی لیے ان کی عبادتیں بھی خاص قسم کی ہیں۔

پھر ان کے ہر گروہ نے اپنی ایک مخصوص شریعت بنائی ہے۔ مثلاً مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص ذکر، خلوت، مخصوص کھانے اور مخصوص لباس اور محفلیں۔

پھر اسلامی عبادات کا مقصد نفس کا تزکیہ اور معاشرے کی پاکیزگی ہے۔ مگر تصوف میں عبادات کا مقصد یہ ہے کہ دل کو اللہ کے ساتھ باندھ دیا جائے تاکہ اللہ سے براہ راست فیض حاصل ہو۔ اور اس میں فنا ہو جائیں۔ اور رسول سے غیب کے راستے مدد حاصل ہو۔ اور اللہ کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جائیں۔ یہاں تک کہ صوفی کسی چیز کو کہے کُنۡ (ہو جا) تو وہ ہو جائے۔ نیز وہ مخلوق کے اسرار پر مطلع ہو۔ اور سارے ملکوت کو دیکھے۔

اور تصوف میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ صوفیوں کی شریعت، محمدی اور اسلامی شریعت کے کھلم کھلا خلاف ہو۔ چنانچہ حشیش یعنی گانجا اور شراب پینا اور

عرسوں اور ذکر کے حلقوں میں مردوں عورتوں کا خلط ملط ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ہر ولی کی اپنی شریعت ہے جسے وہ براہ راست اللہ تعالی سے حاصل کرتا ہے۔ اس لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے موافق ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہر ایک کی اپنی شریعت ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت عوام کے لیے ہے۔ اور پیر اور صوفی کی شریعت خواص کے لیے ہے۔

۷ حلال وحرام

یہی حال حلال وحرام کا بھی ہے۔ چنانچہ صوفیوں میں جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں ان کے نزدیک کوئی چیز حرام نہیں، کیونکہ ہر موجود ایک ہی ہے۔ اسی لیے ان کے اندر ایسے ایسے ہوئے جو زندیق یا لوطی تھے، یا گدھوں کے ساتھ کھلم کھلا دن دھاڑے بدفعلی کرتے تھے۔ پھر ان ہی میں وہ بھی تھے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ نے اس سے سارے احکام ساقط کر دئے ہیں۔ اور اس کے لیے وہ چیز حلال کر دی ہے جو دوسروں پر حرام تھی۔

۸ حکومت وسلطنت اور سیاست

جہاں تک حکومت وسلطنت اور سیاست کا تعلق ہے تو صوفیوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ برائی کا مقابلہ کرنا اور بادشاہوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں اللہ نے جس حال کو چاہا ہے بندوں کو اسی حال میں قائم کیا ہے۔

۹ تربیت

غالبًا صوفی شریعت میں جو چیز سب سے خطرناک ہے وہ ہے ان کا طریقۂ تربیت۔

کیونکہ وہ لوگوں کی عقل پر پوری طرح مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور اسے بیکار بنا ڈالتے ہیں۔ اور اس کے لیے وہ قدم بہ قدم کام کرنے کا طریقہ اپناتے ہیں۔ چنانچہ پہلے وہ آدمی کو مانوس کرتے ہیں۔ پھر اس کے دل و دماغ پر تصوف اور صوفیوں کی عظمت اور ہولنا کی کا سکہ جماتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی کو تلبیس اور فریب میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس پر علوم تصوف میں سے تھوڑا تھوڑا چھڑکتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسے صوفی طریق کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اور نکلنے کے سارے راستے بند کر دیتے ہیں۔

سوم: صوفی سے بحث کا نقطۂ آغاز

بہت سے غیرت مند مسلمان بھائی جنھیں دین سے محبت ہے اور تصوف اور اس کی لغویات سے نفرت ہے وہ صوفیوں سے غلط طور پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ فروعی اور ادھر اُدھر کی باتوں پر بحث کرنے لگتے ہیں۔ جیسے ذکر و اذکار میں ان کی بدعتیں، صوفی نام رکھنا، عرس منانا، محفل میلاد قائم کرنا، تسبیحیں لٹکانا، گدڑی پہننا، یا اسی طرح کے دوسرے الگ تھلگ مظاہر اور روپ جن میں وہ ظاہر ہوتے ہیں۔

لیکن واضح رہے کہ ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا پورے طور پر غلط ہے۔ اور باوجودیکہ یہ ساری باتیں بدعت اور خلاف شریعت ہیں، اور انھیں دین میں گھڑ کر داخل کیا گیا ہے، لیکن تصوف کی جو باتیں پس پردہ ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ کڑوی اور خطرناک ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ باتیں فروع کی حیثیت رکھتی ہیں، لہذا اصول کو چھوڑ کر ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا درست نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ بھی جرائم ہیں

اور خلاف شریعت ہیں، لیکن تصوف کے اندر جو ہولناک باتیں، جو گھڑنت، جو بدترین کفریات اور جو گندے مقاصد پائے جاتے ہیں ان کے مقابل میں مذکورہ بالا باتیں بہت معمولی اور ہیچ ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو شخص صوفی سے بحث کرے وہ فروعی اور شکلی باتوں کے بجائے اصولی اور بنیادی باتوں سے ابتداء کرے۔

اور غالباً اسلام اور تصوف کا اصل جوہری اختلاف پڑھ لینے کے بعد تمہیں سمجھ میں آگیا ہوگا کہ بحث کی ابتداء کہاں سے کرنی چاہیے۔ یعنی سب سے پہلا سوال ماخذ دین کے متعلق ہونا چاہیے کہ دین کہاں سے لیا جائے۔ اور عقیدہ و عبادت کس چیز سے ثابت کی جائے۔ یعنی دین اور عقیدہ و عبادت کے حاصل کرنے کا ماخذ کیا ہو؟ اسلام اس ماخذ کو صرف کتاب وسنت میں محصور کرتا ہے۔ کسی بھی عقیدے کا اثبات قرآن کی نص یا رسول کے ارشاد کے بغیر جائز نہیں۔ اور کسی بھی شریعت کا اثبات کتاب وسنت یا اس کے موافق اجتہاد کے بغیر جائز نہیں۔ اور اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔

مگر مشایخ تصوف کا خیال ہے کہ وہ دین کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست اللہ تعالی سے حاصل کرتے ہیں۔ اور براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ان کی مجلسوں اور ان کے ذکر کے مقامات میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنا دین فرشتوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جنوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں روحانی کہتے ہیں۔ اور کشف سے حاصل کرتے ہیں جس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ولی کے دل پر غیب کی باتیں کھل جاتی ہیں اور وہ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو اور گذشتہ اور آئندہ کے سارے واقعات کو دیکھتا ہے۔ پس ولی کے علم سے —— ان کے بقول —— آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔

اس لیے صوفی سے پہلا سوال یہ کرنا چاہیے کہ آپ لوگ دین کا ثبوت کہاں سے لاتے ہیں؟ یعنی اپنا عقیدہ کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ اگر وہ کہے کہ کتاب و سنت سے حاصل کرتے ہیں تو اس سے کہو کہ کتاب و سنت کی گواہی تو یہ ہے کہ ابلیس کافر ہے۔ اور وہ اور اس کے پیروکار جہنمی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ.	اور جب معاملات کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے برحق وعدہ کیا تھا، اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو وعدہ خلافی کی۔ اور مجھے تم پر کوئی اختیار تو تھا نہیں البتہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی لہذا مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کر سکتا ہوں۔ اور نہ تم میری فریاد کر سکتے ہو۔ تم نے پہلے مجھے جو شریک ٹھہرایا میں اس کے ساتھ کفر کرتا ہوں۔ یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تمام مفسرین سلف کا اجماع ہے کہ یہاں شیطان سے مراد ابلیس ہے۔ اور "تم میری فریاد نہیں کر سکتے" کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے چھڑا اور بچا نہیں سکتے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہے۔

تو اب اے صوفیو! سوال یہ ہے کہ کیا ابلیس کے بارے میں آپ لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ ہاں! ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ابلیس

اور اس کے ماننے والے جہنمی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ تم سے جھوٹ بول رہا ہے اور اگر وہ یہ جواب دے کہ ہم ابلیس کو جہنمی نہیں مانتے، بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس نے جو کچھ کیا تھا اس سے توبہ کر لیا اور مومن وموحد ہو گیا ــــ جیسا کہ ان کے استاد حلاج کا کہنا ہے ــــ تو اس سے کہو کہ اب تم کافر ہو گئے۔ کیونکہ تم نے کتاب اللہ، احادیث رسول اور اجماع امت کی مخالفت کی۔ اس لیے کہ ان سب ذریعوں سے ثابت ہے کہ ابلیس کافر اور جہنمی ہے۔

صوفی سے یہ بھی کہو کہ تمہارے شیخ اکبر ابن عربی کا فیصلہ ہے کہ ابلیس جنتی ہے اور فرعون جنتی ہے۔ (جیسا کہ "فصوص الحکم" میں لکھا ہے) اور تمہارے استادِ اعظم حلاج کا کہنا ہے کہ ابلیس اس کا پیشوا اور فرعون اس کا پیر ہے (جیسا کہ "طواسین" ص ۵۲ میں لکھا ہے۔) اب بتاؤ کہ اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ جواب میں اگر وہ ان باتوں کو ماننے سے انکار کر دے تو سمجھ لو کہ وہ کٹھ حجت اور حقیقت کا منکر ہے۔ یا جاہل اور ناواقف ہے۔ اور اگر وہ ان باتوں کا اقرار کرلے اور حلاج اور ابن عربی کی پیروی کرے تو پھر جس طرح یہ سب کافر ہیں اسی طرح وہ بھی کافر ہوا۔ اور ابلیس اور فرعون کا بھائی ٹھہرا۔ لہذا جہنم میں ان سبھوں کا ساتھ اس کے لیے کافی ہے۔

اور اگر وہ تلبیس سے کام لے اور کہے کہ ان کی بات شطحیات میں سے ہے۔ انہوں نے اسے حال اور سکر کے غلبے کے وقت کہا تھا تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ بات تو لکھی ہوئی کتابوں میں موجود ہے۔ اور ابن عربی نے اپنی کتاب "فصوص" کو یوں شروع کیا ہے:

انی رأیت رسول اللہ فی مبشرۃ	میں نے محروسۂ دمشق کے اندر رسول اللہ صلی اللہ
فی محروسۃ دمشق واعطانی	علیہ وسلم کو ایک خواب میں دیکھا۔ اور آپ نے

هذا الکتاب وقال لی اخرج مجھے یہ کتاب دی۔ اور فرمایا اے لوگوں
به علی الناس۔ کے سامنے برپا کرو۔

اور اسی کتاب میں ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ ابلیس اور فرعون اللہ کی معرفت رکھتے تھے۔ اور نجات پائیں گے۔ اور فرعون کو موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا علم حاصل تھا۔ اور جس نے کسی بھی چیز کی پوجا کی اس نے اللہ ہی کی پوجا کی۔ اسی طرح حلاج نے بھی اپنی ساری کفریات کو کتاب کے اندر لکھ رکھا ہے۔ یہ شطح یا حال کا غلبہ نہیں تھا جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر صوفی یہ کہے کہ ان لوگوں نے ایک ایسی زبان میں بات کی ہے جسے ہم نہیں جانتے تو اس سے کہو کہ ان لوگوں نے اپنی بات عربی زبان میں لکھی ہے۔ اور ان کے شاگردوں نے اس کی شرح کی ہے۔ اور مذکورہ باتوں کو دو ٹوک لفظوں میں بیان کیا ہے۔

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ یہ ایسی زبان ہے جو اہل تصوف کے ساتھ خاص ہے اور اسے دوسرے لوگ نہیں جانتے۔ تو اس سے یہ کہو کہ ان کی یہ زبان عربی ہی زبان تو ہے جس کو انہوں نے لوگوں کے درمیان عام کیا ہے اور اپنے ساتھ خاص نہیں کیا ہے۔ اور اسی بنیاد پر علماء اسلام نے حلاج کو اس کی باتوں کے سبب کافر قرار دیا۔ اور اسے ۳۰۹ھ میں بغداد کے پل پر پھانسی دی گئی۔ اسی طرح علماء اسلام نے ابن عربی کے بھی کافر اور زندیق ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

اگر صوفی کہے کہ میں علماء شریعت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ علماءِ ظاہر ہیں حقیقت نہیں جانتے۔ تو اس سے کہو کہ یہ "ظاہر" تو کتاب وسنت ہے۔ اور جو "حقیقت" اس "ظاہر" کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ پھر اس سے یہ بھی پوچھو کہ وہ صوفیانہ حقیقت کیا ہے جس کا دعویٰ تم لوگ کرتے ہو؟ اگر وہ کہے کہ

یہ ایک راز ہے جس کو ہم نہیں بتلاتے ۔ تو اس سے کہو کہ جی نہیں۔ تم لوگوں نے اس راز کو آشکارا کر دیا اور پھیلا دیا ہے ۔ اور وہ راز یہ ہے کہ تمہارے خیال میں ہر موجود اللہ ہے ۔ جنت و جہنم ایک ہی چیز ہے ۔ ابلیس اور محمد ایک ہی ہیں ۔ اللہ ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی اللہ ہے ۔ جیسا کہ تمہارے امام شیخ اکبر نے کہا ہے :

العبد رب والرب عبد یالیت شعری من المکلف
إن قلت عبد فذاك رب وإن قلت رب، أنی یکلف

بندہ رب ہے ۔ اور رب بندہ ہے ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر مکلف کون ہے ؟ اگر کہا جائے کہ بندہ ۔ تو وہی تو رب ہے اور اگر کہا جائے کہ رب ۔ تو پھر وہ مکلف کیسے ہو سکتا ہے ۔

اب اگر صوفی اس کا اقرار کرلے، اس کے باوجود ان زندیقوں کی پیروی کرے تو پھر انہیں جیسا کا فر وہ بھی ہوا ۔ اور اگر کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بات ہے ۔ مجھے اس کا علم نہیں ۔ البتہ میں اس کے کہنے والوں کے ایمان اور پاکی اور ولایت کا یقین رکھتا ہوں تو اس سے کہو کہ یہ واضح عربی کلام ہے ۔ اس میں کوئی خفا نہیں اور یہ ایک معروف عقیدے یعنی وحدۃ الوجود کا پتہ دیتا ہے ۔ اور یہ ہندؤں اور زندیقوں کا عقیدہ ہے جسے تم لوگوں نے اسلام کی طرف منتقل کر لیا ہے ۔ اور اسے قرآنی آیات اور نبوی احادیث کا جامہ پہنا دیا ہے ۔

اس کے بعد اگر صوفی یہ کہے کہ اولیاء کی شان میں گستاخی نہ کرو ۔ ورنہ وہ تم کو برباد کر دیں گے ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میرے ولی سے دشمنی کرے میں اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں ۔ تو اس کے جواب میں تم کہو کہ یہ لوگ اولیاء نہیں ہیں ۔ بلکہ

زندیق و بددین ہیں جنہوں نے اوپر اسلام کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ اور میں تمہارے ساتھ اور تمہارے خداؤں کے ساتھ کفر کر رہا ہوں۔

فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

لہذا تم سب مل کر میرے خلاف داؤں چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کر رکھا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ روئے زمین پر جو بھی چلنے والا ہے اللہ نے اس کی چوٹی پکڑ رکھی ہے۔ بیشک میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے۔

پھر اگر صوفی یہ کہے کہ ضروری ہے کہ ہم صوفیوں کے حق میں ان کے حالات کو تسلیم کریں۔ کیونکہ انہوں نے حقائق کو دیکھا ہے۔ اور دین کے باطن کو پہچانا ہے۔ تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی بات کے ذریعہ کتاب وسنت کی مخالفت کرے۔ اور مسلمانوں کے درمیان کفر و زندقہ پھیلائے تو اس پر چپ رہنا جائز نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ

یقیناً جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں۔ اور اصلاح کریں۔ اور بیان کریں تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيْمُ. مہربان ہوں۔

اس لیے تمہارے باطل اور لغویات اور زندقہ پر چپ رہنا جائز نہیں۔ کیونکہ تم لوگوں نے عالم اسلام کو پچھلے دور میں بھی اور موجودہ زمانے میں بھی خراب کر رکھا ہے۔ آج تک تم لوگوں کا یہی وطیرہ چلا آرہا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت سے نکال کر مشائخ کی عبادت کی طرف لے جاتے ہو۔ توحید سے نکال کر شرک اور قبر پرستی کی طرف لے جاتے ہو۔ سنت سے نکال کر بدعت کی طرف لے جاتے ہو۔ اور کتاب وسنت کے علم سے نکال کر اللہ، فرشتے، رسول اور جنوں کو دیکھنے کا دعوی کرنے والوں سے بدعات وخرافات اور جھوٹ فریب حاصل کرنے کی طرف لے جاتے ہو۔ تم زندگی بھر باطنی فرقوں کے مددگار اور سامراج کے خادم رہے۔ اس لیے قطعاً جائز نہیں کہ تم لوگوں نے جو گمراہی اور شرک پھیلا رکھا ہے، اور لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث سے بہکا کر اپنے بدعقیانہ اذکار اور مشرکوں جیسی سیٹی اور تالی والی عبادت کی طرف لے جاتے ہو اس پر خاموشی اختیار کی جائے۔

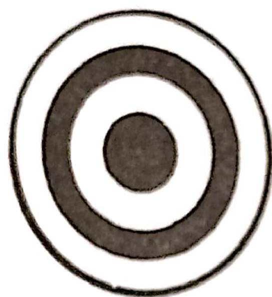
اس مرحلہ پر پہنچ کر صوفی لازماً خاموش ہو جائے گا۔ وہ سمجھ جائے گا کہ اس کا پالا ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جس کو اس کے باطل کا پورا پورا علم ہے۔ اس کے بعد یا تو اللہ تعالی اس کو صحیح اسلام کی ہدایت دیدے گا یا وہ اپنے عقیدے اور معاملہ کو چھپائے رکھے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی اسے کسی دن رسوا کر دے، یا کفر وزندقے اور بدعت ومخالفتِ حق پر اس کی موت آجائے۔

ہم نے یہ ساری باتیں ان کی کتابوں اور اقوال سے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں۔ تم ہماری کتاب "الفكر الصوفي في ضوء الكتاب والسنة" کا مطالعہ کر دگے تو اللہ کی حمد وتوفیق سے تمہیں

یہ سب تفصیل کے ساتھ مل جائے گا۔

اور اول و آخر میں ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ اور ساری عزت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے لیے ہے، اور ان کی پیروی کرنے والے، اور صراط مستقیم پر چلنے والے مومنین کیلیے ہے۔

والحمد للہ رب العالمین



سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر

کی جانب سے شائع ہو کر مفت تقسیم ہونے والی کتابوں کی ایک جھلک

۱۔ کلمہ طیبہ
۲۔ اتباعِ رسولؐ
۳۔ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام
۴۔ شیخ ابن باز کا پیغام مسلمانانِ عالم کے نام
۵۔ حقیقتِ شرک
۶۔ وجودِ باری تعالیٰ کا علمی ثبوت
۷۔ عقیدۂ توحید
۸۔ اسلامی پردہ
۹۔ اسلامی عقیدہ
۱۰۔ حدیثِ قبور
۱۱۔ تبلیغی نصاب اور قرآنی تعلیمات
۱۲۔ فریضۂ زکوٰۃ اور اسلام
۱۳۔ ہمارا امام
۱۴۔ اصلی اہلِ سنّت کون؟
۱۵۔ اصلاحِ عقیدہ
۱۶۔ تعبانِ محمدی
۱۷۔ تحفۂ محمدی
۱۸۔ براءتِ محمدی
۱۹۔ تعویذِ محمدی
۲۰۔ رسومِ اسلامیہ
۲۱۔ وہم ورسم اور شریعت
۲۲۔ تصوف کے چہرے مختلف ادوار میں
۲۳۔ بدعت اور سنت میں فرق
۲۴۔ مروجہ بدعات و رسوم کی حقیقت
۲۵۔ غور طلب سوالات
۲۶۔ اختلافِ سنّت کے اسباب اور ان کا صحیح حل
۲۷۔ فضائلِ عشرۂ ذی الحجہ اور مسائلِ قربانی
۲۸۔ اسلام کی بنیاد
۲۹۔ رمضان المبارک کے فضائل و احکام
۳۰۔ اطاعتِ رسولؐ کی شرعی حیثیت
۳۱۔ محفلِ میلاد
۳۲۔ مسلمان اور قبر پرستی
۳۳۔ مساجد میں شور و غل
۳۴۔ شرعی طلاق
۳۵۔ استنجا اور وضو کے احکام و مسائل
۳۶۔ فوز المرام فی قراۃ فاتحہ خلف الامام
۳۷۔ فلسفہ قربانی با اصولِ قرآنی
۳۸۔ میں اہلِ حدیث کیوں ہوا۔
۳۹۔ اللہ تعالیٰ کا وجودِ ذی جود
۴۰۔ خمینی اور تشیع
۴۱۔ احسن الجزار فی تحقیق مسائل العزار
۴۲۔ حکم النبی بکفر من لا یصلی المعروف بے نماز کا رسالہ
۴۳۔ ازالۃ الاشتباہ عن انوار الانتباہ
۴۴۔ قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب
۴۵۔ ماہ ربیع الاوّل اور حبِّ رسولؐ کے مظاہرے
۴۶۔ اہلِ تصوف کی کارستانیاں

ملنے کا پتہ: مکتبہ مسلم، بربر شاہ سری نگر ۱۹۰۰۰۱ (کشمیر)

اپیل

دینی تعلیمی اداروں کی بقا اہلِ خیر اور ہمدردوں کے تعاون پر منحصر ہے خصوصاً ایسے ملک اور معاشرہ میں جہاں اسلامی ادارے کسی سرکاری سرپرستی اور مراعات سے محروم ہوں، صرف یہی تعاون ان کی شہ رگِ حیات کو تازہ رکھتا ہے۔ ملت کے لئے ان اداروں کی سرپرستی اور مالی تعاون ایک روایت نہیں بلکہ اہم ترین ملی و دینی فریضہ ہے۔ جس سے انحراف خودکشی کے مترادف ہوگا۔ ہماری سینکڑوں سالہ ملی و جماعتی تاریخ شاہد ہے کہ یہ ادارے اصحابِ خیر کے تعاون سے ہی دینی تعلیم و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ یہ پاکیزہ روایت آج بھی قائم ہے اور انشاء اللہ ملت و جماعت میں ایثار و تعاون کا یہ جذبہ اخیر تک برقرار رہے گا۔ سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر بھی وقت کا وہ اہم ترین قدم ہے جو دینِ خالص کی بقا اور قرآن و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ یہ قدم آگے ہی بڑھتا رہے اور اس مقدس شمع کی روشنی دور و نزدیک پھیلتی رہے اس کے لئے آپ کو بھی ایثار و تعاون کا قدم بڑھانا ہے۔ آپ کے ہم قدم ہونے پر ہی یہ کارواں منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ والسلام

(سکریٹری ٹرسٹ)